تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کے ۴۱ سال

کسی عبادت کی خصوصیت اور اس کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے دل کے اندر رقت، نرمی، تواضع اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو۔ لیکن جب اس کے برعکس کبر و غرور اور عُجب پیدا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری عبادت مقبول نہیں ہوئی، اس میں کمی رہ گئی ہے اور اس لئے ان چیزوں کو دور کرنے کیلئے ایمان واحتساب کو پیش نظر رکھنا اور اس کا استحضار رہنا ضروری ہے۔

انسان کو سمجھنا چاہیے کہ ہماری عبادت کیا، ہم تو اللہ تعالیٰ کے لائق کچھ بھی عبادت نہیں کر سکتے، ہم توبہ استغفار بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے، اس لئے ہمیں بھوکوں، لاچاروں اور مسکینوں کی مدد کرنی چاہیے تاکہ ممکن ہے اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس ہی کو قبول فرمالے اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔ ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نماز تو لائق قبولیت نہیں لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمالے۔

(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

Postal Regd No.LW/NP/63/2003to2005

September, 2004

Vol. No. 3 - Issue No. 10

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

R N I. No-UP URD/2001/6071

(0522) 2740151 ندوہ مہمان خانہ

2741272 دفتر اہتمام

2741221 (فیکس) رابطہ ادب اسلامی

2741231 (فیکس) شعبہ تعمیر و ترقی

Mob 3102451

(S) 0522-2260671
(R) 0522-2267429

Mohd. Miyan Jewellers

محمد میاں جویلرس

۱۲ / کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ - ۳

Phone : 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

ثنا جویلرس

Sana Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone 2260433

جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gehna Palace

Whenever You See Jewellery, Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gowns & Ties.

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ۔ تشریف لائیں

menmark®

58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone : (S) 2216948 (R) 2227443

Md. Salman
Md. Zubair

Shop : 2218629
Resi : 2229265
Mob. 9415028247

SAHARA FOOT WEAR

Wholesaler

35, Amethi House, Near Post Office,
Aminabad, Lucknow

Editor : *Shamsul Haq Nadwi* Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by *Athar Husain* on behalf of *Nadwatul Ulama* at *Parekh Offset Printing Press*, Tagore Marg, Lko. Ph : 2740966

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

رئیس التحریر کی میز سے

عراق کا سچ اور فرضی اسلامی دہشت گردی کا جھوٹ — امین الدین شجاع الدین — ۲

اداریہ

رمضان المبارک — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

گلہائے عقیدت

مثنوی مولانا جامیؒ — حضرت جامیؒ — ۴

دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس سے

وہ قوم پگھل جاتی ہے...... — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۵

مثبت کوششوں کو تیز تر کرنے کی ضرورت — مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی ندوی — ۶

مضامین ومقالات

ہدایت ورحمت جدوجہد کے ساتھ وابستہ ہے — حضرت مولانا علی میاں ندویؒ — ۷

رواق سلیمانی کی تکمیل : ایک اپیل — ۹

ملت اسلامی ہند کا تاریخی کردار — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۱۰

ہلال رمضان کا پیغام — مولانا شمس الحق ندوی — ۱۳

اللہ کی طرف دوڑو — مولانا ابوالبیان حماد عمری — ۱۶

تمود کی تعلیمات — ڈاکٹر احتشام ندوی — ۱۷

ایک فراموش شدہ علمی گہوارہ : ستارگاؤں — ڈاکٹر صغیر حسن معصومی مرحوم — ۱۹

"ندوہ کا فقہی مزاج" پر ایک نظر — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۲۳

فقہی سوال وجواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۲۴

تازیانے — علامہ ابن حجر عسقلانیؒ — ۲۵

دینی تعلیم اور امریکی مطالبے — عبدالغفار عزیز — ۲۷

آخری صفحہ

مدارس خیراتی ادارے نہیں، سرخیر کے چشمے ہیں — امین شجاع — ۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زرتعاون ۱۵۰؍روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ — اشاعت کے ۴۱ سال

جلد نمبر-۴۱ — ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۴ء مطابق شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ — شمارہ نمبر-۲۳

زیر سرپرستی:
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی
معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین
معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی
• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زرتعاون
سالانہ -/۱۵۰ —— فی شمارہ -/۷
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک -/۳۵ ڈالر
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayaat
Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) 2740151 (0522) مہمان خانہ 2787250 (Ext) 18
Website : www.nadwatululama.org
e-mail : Nadwa@sancharnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

Parekh Computers Lko. Mob. 9839133588

قارئین کرام! اللہ کا شکر ہے کہ آپ حضرات اپنے ادارہ کا بھرپور خیال فرماتے ہیں، رمضان مبارک میں حضرات محصلین کے علاوہ اساتذہ کرام بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے ذیل میں فہرست شائع کی جارہی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ کس شہر یا کس علاقہ میں رمضان میں کس کو بھیجا جارہا ہے۔ آپ حضرات تعاون فرمائیں جزاکم اللہ خیراً (حضرت مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی۔

اس سلسلہ میں رجوع کی صورت میں درج ذیل فون نمبر سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ 2741310 ---------- 2741231 (0522)

۱۔	جناب مولانا شمس الحق ندوی صاحب	استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	سرپرست ممبئی
۲۔	مولانا قاری فضل الرحمن ندوی صاحب	استاذ شعبہ حفظ دار العلوم	ممبئی
۳۔	مولانا عبدالشکور ندوی صاحب	استاذ معہد دار العلوم سکروری	ممبئی
۴۔	حافظ عبدالواسع صاحب	استاذ شعبہ حفظ دار العلوم	ممبئی
۵۔	مولانا محمد اسماعیل صاحب	استاذ معہد سیدنا ابوبکر صدیق میپت مئو،	ممبئی
۶۔	مولانا محمد اعظم مظاہری صاحب	استاذ دار العلوم	مدراس
۷۔	مولوی محمد ساجد ندوی صاحب	دار القضاء دار العلوم	جھنکل شموگہ ٹمکور
۸۔	مولانا حافظ ظفر الحسن صاحب	صدر شعبہ حفظ دار العلوم	سورت بلساڑ دھولیہ
۹۔	مولانا حافظ عقیل صاحب	استاذ شعبہ حفظ	حیدرآباد شہر
۱۰۔	مولانا حافظ ہاشم صاحب	استاذ شعبہ حفظ	اورنگ آباد جالنہ پونہ احمد نگر
۱۱۔	مولانا رشید احمد ندوی صاحب	استاذ دار العلوم	بنگلور شہر
۱۲۔	مولوی محمد زہیر احسن ندوی صاحب	استاذ معہد سکروری	رفیق سفر
۱۳۔	مولانا محمد مستقیم ندوی صاحب	استاذ دار العلوم	آسنسول کلکتہ
۱۴۔	مولانا محمد اکرام صاحب	محصل دار العلوم ندوۃ العلماء	کلکتہ
۱۵۔	مولانا حفظ الرحمن ندوی صاحب	استاذ دار العلوم	کانپور
۱۶۔	مولانا قاری عبداللہ خان ندوی صاحب	استاذ شعبہ قرأت	دھلی
۱۷۔	مولانا محمد خالد ندوی صاحب	استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء	دھلی
۱۸۔	مولوی عبدالرشید صاحب ندوی	استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء	الہ آباد شہر
۱۹۔	مولانا ظفر عالم ندوی صاحب	استاذ دار العلوم	پٹنہ پھلواری شریف نالندہ بہار شریف
۲۰۔	مولانا قیصر حسین ندوی صاحب	استاذ دار العلوم	پٹن پالن پور واطراف
۲۱۔	مولانا محمد عظیم خان صاحب ندوی	استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء	بہرائچ گونڈہ بلرامپور سراوستی نگر
۲۲۔	مولانا مجیب اللہ قاسمی صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	اندور واطراف
۲۳۔	مولانا محمد شرف الدین ندوی صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	ناگپور جھانسی بھوپال مئو اعظم گڑھ
۲۴۔	حافظ عبدالمبین صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	سیتاپور کانپور
۲۵۔	مولوی علیم اللہ صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	مرادآباد آگرہ فیروزآباد علی گڑھ
۲۶۔	مولانا حفظ الرحمن احمد تھانوی صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	دھلی جھارکھنڈ آسام
۲۷۔	مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	بنارس بھدوہی مرزاپور
۲۸۔	مولانا عبدالعزیز ندوی صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	کرناٹک کے اضلاع
۲۹۔	مولانا محمد رضوان قاسمی صاحب	محصل شعبہ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء	احمدآباد شہر
۳۰۔	مولانا ناصر الدین ندوی صاحب	استاذ معہد سیدنا ابوبکر صدیقؓ	سندیلہ غوث گنج لکھنؤ
۳۱۔	مولوی بشیر الدین صاحب	استاذ مکتب شہر شاخ ندوۃ العلماء	شہر لکھنؤ
۳۲۔	حافظ معین احمد صاحب	استاذ مکتب شہر شاخ ندوۃ العلماء	شہر لکھنؤ
۳۳۔	قاری ہدایت اللہ صاحب	استاذ معہد دار العلوم سکروری	شہر لکھنؤ
۳۴۔	مولوی جواد احسن ندوی صاحب	استاذ مکتب شاخ دار العلوم	بھاگلپور، گھلویا، دربھنگہ، وغیرہ
۳۵۔	مولوی محمد ثاقب صاحب	محرر دفتر دار العلوم	شہر لکھنؤ
۳۶۔	مولوی کلیم اللہ صاحب	محرر کتب خانہ	الہ آباد شہر
۳۷۔	مولوی سید عبدالرحمن صاحب	محرر دار العلوم	نظام آباد واطراف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس التحریر کی میز سے

عراق کا سچ

اور ''فرضی'' اسلامی دہشت گردی کا جھوٹ

امین الدین شجاع الدین

عناد و دشمنی اور بغض و مخاصمت بھی کیسے کیسے گل کھلاتی ہے اور اپنے حریف کو مورد الزام ٹھہرانے نیز اسے کسی نہ کسی بہانے کٹہرے میں لا کھڑا کرنے کیلئے اسے کس قدر اوچھے اور سطحی ہتھکنڈوں کے اپنانے پر مجبور کرتی ہے، عراق پر کیا گیا حملہ اس کی ایک تازہ اور واضح مثال ہے۔ گذشتہ دنوں کوفی عنان نے جس طرح عراق پر حملہ کے اقدام کو سراسر غلط و بے بنیاد قرار دیا اور اس کا اعتراف واعلان کیا علاوہ ازیں، ان دنوں جب کہ امریکہ میں الیکشن ہونے جارہے ہیں، عراق پر کیا گیا حملہ جس طرح موضوع بحث بنا ہوا ہے اور ''انکل سام'' کے عراق پر حملہ کے اقدام کے منفی نتائج کا تجزیہ اور اس کی جس طرح مذمت کی جارہی ہے اس سے ہمارے باخبر قارئین بخوبی واقف ہیں۔ امریکہ کے دستور کے تحت اس کا صدر جس قدر بااختیار ہوتا ہے، وہ اپنی جگہ درست — لیکن مذکورہ بالا دوسری باحیثیت وقد آور شخصیات اگر بروقت اپنا پورا وزن استعمال کرتیں تو شاید عراق میں اس بڑے پیمانہ پر خاک وخون کی وہ داستان رقم نہ ہو پاتی جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مگر دیر سویر سے ہی سہی، سجدۂ سہو ہوا تو سہی! تاریخ اسے ریکارڈ کرے گی اور ان شخصیات کا اعتراف سچ امریکہ کے چہرے پر لگے نقاب کو الٹنے اور سمجھنے میں کام آئے گا — شیطان کے متعلق تو اسلامی تعلیمات میں متنبہ کرہی دیا گیا ہے کہ وہ تلبیس ودجل سے کام لیتا ہے اور برے اعمال کو انسان کے سامنے اس طرح سجا کر پیش کرتا ہے کہ وہ بھلے دکھائی پڑیں — ''بزرگ شیطان'' امریکہ بھی اسی پالیسی اور حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور وہ ظالمانہ کاروائیوں کے لئے بے بنیاد جواز پیش کرنے میں مہارت کا ثبوت دیتا رہا ہے کوفی عنان اور دوسری نامور شخصیتوں کی زبانوں سے قدرت نے ''عراق کا سچ'' کہلوا دیا ہے انشاء اللہ ''شیطان بزرگ'' کی وضع کردہ اصطلاح ''اسلامی دہشت گردی'' کے جھوٹ کی قلعی بھی کھل کر رہے گی!!

ایک طرف تو اسلام اور فرضی دہشت گردی کا واویلا مچایا جارہا ہے اور اس کو کچلنے کے نام پر کھلی دہشت گردی کا عمل دیدہ دلیری کے ساتھ جاری ہے۔ اسلامی دہشت گردی کے فرضی ہونے کا احساس، اللہ کا شکر ہے کہ چند انصاف پسندوں کو ہو چلا ہے لیکن مسئلہ ان معاندین کا ہے جو اسلام کی حقانیت وصداقت اور اس کے مکمل نظام حیات ہونے کا شعور وادراک رکھتے ہیں اور جس کا اظہار Clashes of Civilizations (تہذیبوں کا تصادم) اور اس جیسی دوسری کتابوں میں ہو رہا ہے۔

بلاشبہ دہشت گردی ایک مذموم عمل ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ اس کے سلسلہ میں دُہرا معیار اپنایا جائے۔ دنیا میں بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں ان دنوں کھلم کھلا دہشت گردی کی کاروائیاں جاری ہیں اور جن کی وجہ سے معصوم اور بے گناہ انسانوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے جبکہ ان دہشت گردانہ کاروائیوں کا اسلام اور مسلمانوں سے دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں — لیکن افسوس اس کا ہے کہ ایسی سرگرمیوں اور کاروائیوں کا تذکرہ اس انداز سے نہیں کیا جاتا جس سے دہشت ووحشت کا سماں بندھے۔ یہ سب میڈیا اور اس کے آقاؤں کی کرم فرمائیاں ہیں ع

جو چاہے ''ان'' کا حسن کرشمہ ساز کرے

مسئلہ'' اسلامی دہشت گردی'' کا نہیں ہے بلکہ اسلام کی حقانیت وصداقت سے معاندین کو لاحق خوف وخطرہ کا ہے۔!!!

رمضان المبارک

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ماہ رمضان مسلمانوں کی ایسی دینی دولت ہے جس سے ان کو مختلف النوع فوائد حاصل ہوتے ہیں، عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے متعدد گوشے اصلاح ودرستگی کے عمل سے گذرتے ہیں، آپس کی ہمدردی، غم خواری، تعاون اور انسانی احساسات کی صحیح کارفرمائی کا یہ بہترین موقع ہوتا ہے، چنانچہ رمضان کے زمانہ کو صحیح طریقہ سے گزارنے کے بعد ایک مسلمان عبادت کی شاندار ادائیگی کے ساتھ غلطیوں، انسانی کدورتوں اور ترش مزاجی کی کیفیت سے پاک ہوکر نکل سکتا ہے، روزہ دار کو ایک ماہ تک ان تمام باتوں سے پرہیز کرنا ہوتا ہے جو انسان کے نفس کو موٹا اور اس کی طبیعت کو اچھے انسانی اخلاق سے برگشتہ بناتی ہیں، اس کو ایک طرف اپنے پروردگار کے سامنے بندگی کی ذمہ داریوں کو انجام دینے کا بھرپور موقع ملتا ہے، دوسری طرف اپنی انسانی برادری کے ساتھ ہمدردی اور دلداری کے حقوق بھی ادا کرنے ہوتے ہیں۔ بندگی کے اظہار میں عمل عبادت کے ساتھ اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے اپنی راحت اور اپنی مرضی کو قربان کرنا ہوتا ہے، اس قربانی میں نفس کی قربانی بھی ہوتی ہے اور بدنی راحت کی بھی قربانی ہوتی ہے۔ اس کے اختیار کردہ معمولات میں فرق لے آیا جاتا ہے، کھانے پینے کے وقفوں کو طویل کر دیا جاتا ہے اور ان کے اوقات میں بھی تبدیلی کر دی جاتی ہے، وہ جس وقت کھانا کھاتا تھا اس وقت اس کو روک دیا جاتا ہے اور جس وقت وہ عموماً نہیں کھاتا اس وقت اس کو کھانے کا وقت بتایا جاتا ہے، اس کے لئے طلوع فجر سے قبل جبکہ اس کے بیدار ہونے سے کم از کم گھنٹہ دو گھنٹہ قبل کا وقت ہوتا ہے اٹھ کر کھانا کھانا تجویز کیا جاتا ہے، اور جب وہ دن کے اوقات میں اپنی راحت کے مطابق کھانا کھایا کرتا ہے ان اوقات میں اس کو منع کر دیا جاتا ہے، پھر سورج غروب ہوتے ہی اس کو کھانے کی صرف اجازت ہی نہیں ملتی بلکہ اس وقت اس کے لئے یہ کام اجر وثواب کا کام قرار دیا جاتا ہے، پھر یہ سلسلہ پورے ایک ماہ چلتا ہے۔ اس سلسلے میں کھانے کے علاوہ پانی پینے کو بھی شامل کیا جاتا ہے اس طرح روزہ دار کو اپنے پروردگار کے حکم پر بھوکا پیاسا رہنا ہوتا ہے اور پھر اسی کے حکم سے کھانا پینا اختیار کرنا ہوتا ہے۔ روزہ کی یہ پابندیاں اپنی نوعیت کی خاص قسم کی پابندیاں ہیں، دوسرے مذاہب میں ایسی جامعیت وسیع دائرے کی نہیں ملتی پھر اسلام میں اس طرح کی پابندیوں کو صرف کھانے پینے تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ ان کے دائرے کو آپس کی ہمدردی، بھائی چارہ اور ضرورت مندوں کی مادی مدد تک پھیلا دیا گیا ہے، بھوک پیاس کے دائرے کو وسیع کرکے خواہش نفس کے دائرے تک وسیع کر دیا گیا ہے، دوسرے کی برائیوں اور کمزوریوں کا تذکرہ، جھوٹ اور غلط بات کا منہ سے نکالنا، نفسانیت کے کام کرنا بہت برے عمل قرار دئے گئے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں کی ضرورت کی فکر کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور اپنے مال کو دوسرے کی مدد میں صرف کرنا وہ اچھے کام ہیں جن کی اس مہینہ میں بہت تاکید کی گئی ہے۔

بندگی کے اظہار کا ایک ماہ کا ایک خاص تسلسل ہے جو گیارہ مہینوں کے وقفہ سے ہر سال آتا ہے اس میں رکھے جانے والے روزوں میں ایک مسلمان اپنے پروردگار کی مرضی کے حصول کے لئے اپنی زندگی کو گہری تابعداری اور تعمیل حکم میں ڈھالتے ہیں، اس کی اہمیت وعظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار نے اس عمل کی جزا خصوصی طور پر اپنی طرف سے دینا رکھی ہے جو عام قاعدوں سے ہٹ کر دی جائیگی، روزوں کے اس مہینہ کی برکت وعظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں بڑے شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں اور بندگان خدا کو ان کے شر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، اس مہینہ کو روزوں کے علاوہ کئی اہم اسلامی خصوصیات ومواقع کے ساتھ وابستہ بھی کیا گیا ہے، اس ماہ میں قرآن مجید نازل ہوا جو آخری اور جامع ترین کتاب ہدایت ہے۔

قرآن مجید کا اس ماہ کے ساتھ خاص تعلق ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کی یہ عظیم خصوصیت بتائی ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل ہوا فرمایا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ کہ رمضان کا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے اور (اس میں) ہدایت کی روشن باتیں ہیں اور حق وباطل کے درمیان فرق واضح کرنے والا ہے۔

قرآن مجید شروع سے آخر تک حرف بحرف پروردگار کون ومکان کے الفاظ میں ہے، انسانوں کو یہ کلام سننے اور زبان سے اس کو ادا کرنے کی سعادت ایسی سعادت ہے کہ کوئی دوسری سعادت مشکل سے اس کے مساوی ہو سکتی ہوگی اس سعادت کی یہ علامت ہے کہ اس کے ہر حرف کو منہ سے ادا کرنے پر دس نیکیاں حاصل ہو سکتی ہیں، پھر صرف یہی نہیں کہ مسلمان ان عظیم ومتبرک الفاظ کو اپنی زبانوں سے ادا کرتے ہیں بلکہ ان الفاظ وعبارتوں کے ذریعہ دلوں اور دماغوں کو اعلیٰ غذا بھی فراہم کی گئی ہے فرمایا کہ ﴿فِيهِ هُدًى وَشِفَاءٌ﴾ کہ اس کلام الٰہی میں اچھی باتوں کی رہنمائی اور صحت بخش چیزیں ہیں۔ ☆☆☆

گلہائے عقیدت

مثنوی مولانا جامیؒ

ترجمہ از: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور)

عشق رسول ﷺ امت مسلمہ کا جزو ایمان اور طرۂ امتیاز ہے اس سے وہ ایمان کی تازگی اور روح کی بالیدگی کا سامان کرتی رہی ہے۔ دینی لحاظ سے بحیثیت مجموعی ملت میں انحطاط ضرور آیا ہے، مگر اب بھی عشق و شیفتگی رسول ﷺ کے معاملہ میں ملت نہایت حساس و غیرت مند واقع ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ اغیار اس کی برابر کوشش کرتے رہتے ہیں کہ نعوذ باللہ اس امت کا رشتہ ذات نبوی سے کمزور پڑ جائے مگر رب کریم کا اس ملت پر بڑا احسان اور خصوصی فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتی ہے۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

ہمارے شعراء کرام نے رسول مقبول ﷺ سے اپنے سچے اور بے پناہ عشق کے اظہار میں نعتیں کہیں۔ درج ذیل نعت مولانا جامیؒ کی مشہور نعت ہے فارسی کا ذوق رکھنے والے اس پر سر دھنتے ہیں اور عشق رسول ﷺ کے اپنے جذبہ عشق کو تازگی بخشتے ہیں تبلیغی نصاب ۱۹۷۰ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اسے نہ صرف کتاب میں شامل کیا ہے بلکہ اردو خواں حلقہ کی رعایت میں حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کا اردو ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا ہے عشق و سوز میں ڈوب کر لکھی گئی اس نعت کے قدرداں ملت کے صف اول کے علماء و صلحاء اور دانشور و شعراء حضرات رہے ہیں چنانچہ درج ذیل نعت کے تیسرے شعر کا اردو ترجمہ کرتے وقت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے اسی قبیل کا اقبال کا ایک شعر نقل کیا ہے نیکیوں کے موسم بہار رمضان المبارک کے اس شمارہ میں ہم مثنوی مولانا جامی اور اس کے اردو ترجمہ کو نذر قارئین کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی فارسی زبان کے دیگر مشہور شعراء کے منتخبات پیش کئے جاتے رہیں گے (امین)

۱۔ زمہجوری برآمد جانِ عالم	ترحم یا نبی اللہ ترحم
۲۔ نہ آخر رحمۃ للعالمینی	زمحروماں چرا غافل نشینی
۳۔ زخاک اے لالۂ سیراب بر خیز	چو نرگس خواب چند از خواب بر خیز
۴۔ بروں آور سراز بُردیمانی	کہ روئے تست صبحِ زندگانی
۵۔ شب اندوہ مارا روز گرداں	زرویت روز ما فیروز گرداں
۶۔ بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ	بسر بر بند کافوری عمامہ
۷۔ فرود آویز از سر گیسواں را	فگن سایہ بپا سروداں را
۸۔ ادیم طائفی نعلین پاکن	شراک از رشتۂ جانہائے ماکن
۹۔ جہانے دیدہ کردہ فرشِ رہ اند	چو فرشِ اقبالِ پابوسِ تو خواہند
۱۰۔ زحجرہ پائے درصحنِ حرم نہ	بفرقِ خاکِ رہ بوساں قدم نہ
۱۱۔ بدہ دستی زپا افتادگاں را	بکن دلدارئے دلدادگاں را
۱۲۔ اگر چہ غرق دریائے گنا ہم	فتادہ خشک لب برخاک راہم
۱۳۔ تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے	کنی برحال لب خشکاں نگاہے

(جاری)

(۱) آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جاں بلب ہے اور دم توڑ رہا ہے۔ اے رسول خدا نگاہِ کرم فرمائیے۔ اے ختم المرسلین رحم فرمائیے۔

(۲) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم حرماں نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔

(۳) اے لالۂ خوشرنگ اپنی شادابی و سیرابی سے عالم کو مستفید فرمائیے اور خواب نرگسیں سے بیدار ہو کر ہم محتاجان ہدایت کے قلوب کو منور فرمائیے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(۴) اپنے سرِ مبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالئے کیونکہ آپ کا روئے انور صبح زندگانی ہے۔

(۵) ہماری غمناک رات کو دن بنا دیجئے اور اپنے جمالِ جہاں آراستہ سے ہمارے دن کو فیروزمندی و کامیابی عطا کر دیجئے۔

(۶) جسم اطہر پر حسب عادت عنبر بیز لباس آراستہ فرمائیے اور سفید کافوری عمامہ زیب سر فرمائیے۔

(۷) اپنی عنبر بار و مشکیں زلفوں کو سرِ مبارک سے لٹکا دیجئے تاکہ ان کا سایہ آپ کے بابرکت قدموں پر پڑے (کیونکہ مشہور ہے کہ قامتِ اطہر و جسم انور کا سایہ نہ تھا لہٰذا گیسوئے شبگوں کا سایہ ڈالئے۔)

(۸) حسبِ دستور طائف کے مشہور چمڑے کی مبارک نعلین (پاپوش) پہنئے اور ان کے تسمے اور پٹیاں ہمارے رشتہ جاں سے بنائیے

(۹) تمام عالم اپنے دیدۂ و دل کو فرش راہ کئے اور بچھائے ہوئے ہے اور فرشِ زمین کی طرح آپ کی قدم بوسی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۱۰) حجرۂ شریف یعنی گنبدِ خضریٰ سے باہر آ کر صحنِ حرم میں تشریف رکھئے۔ راہ مبارک کے خاک بوسوں کے سر پر قدم رکھئے۔

(۱۱) عاجزوں کی دستگیری بیکسوں کی مدد فرمائیے اور مخلص عشاق کی دلجوئی و دلداری کیجئے۔

(۱۲) اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں از سرتا پا غرق ہیں لیکن آپ کی راہِ مبارک پر تشنہ و خشک لب پڑے ہیں۔

(۱۳) آپ ابرِ رحمت ہیں شایانِ شان گرامی ہے کہ پیاسوں اور تشنہ لبوں پر ایک نگاہِ کرم بار ڈالی جائے۔

☆☆☆

(جاری)

سخن دلنواز

جو قوم اپنے عقیدہ و تشخص کی فکر نہیں کرتی، وہ پگھل جاتی ہے

صدر دینی تعلیمی کونسل حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی اجلاس کونسل (منعقدہ ۶ مئی) میں بصیرت افروز تقریر

''مسئلہ حس کا ہے، احساس کا ہے، ہمیں موسم کی شدت کا احساس ہوتا ہے جاڑے اور گرمی کا احساس ہوتا ہے مگر افسوس کہ اس کا احساس نہیں ہوتا کہ ہماری نسل کا ایمان و عقیدہ محفوظ و سلامت رہے گا بھی یا نہیں، ہماری نسل اسلام کی داعی ہوگی یا نعوذ باللہ باغی ہوگی، اس کا احساس و فکر ہم سے اٹھتا جا رہا ہے نئی نسل کس رخ پر جا رہی ہے، ان کے ایمان و عقیدہ سے واقفیت کا کیا حال ہے، والدین کے ساتھ ان کا رویہ و سلوک کیا ہے یہ وہ باتیں ہیں جن کا عام طور سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

دین سے بغاوت کے لئے منصوبہ بند کوشش ہو رہی ہیں اور اس قسم کی ماحول سازی کے لئے کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی جا رہی ہے مختلف طریقوں سے اس کے لئے فضا بنائی جا رہی ہے۔ اس مسئلہ کا حل دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے پیش کیا گیا تھا اور وہ حل یہ ہے کہ ہم نسلِ نو کی بنیادی ذہن سازی کے لئے فکر مند ہو جائیں، کمر بستہ ہو جائیں، اس کو اوڑھنا بچھونا بنا لیں اور وہ فکر ہم پر سوار ہو جائے ورنہ اغیار کے مذموم ارادوں سے کون واقف نہیں وہ تو چاہتے ہیں کہ دین کے تعلق کو ہمارے ذہنوں سے اور خصوصاً نسل نو کے اذہان سے کھرچ کر نکال دیں، ایک طرف تو یہ صورت حال اور دوسری طرف یہ ہماری غفلت شعاری! دین کے عقائد کے تحفظ و اشاعت کے بنیادی کام سے ہماری یہ سرد مہری! مجھے اجازت دیجئے یہ کہنے کی کہ ایسی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، تاریخ اس پر شاہد ہے کہ غفلت شعاری کو جس قوم نے اپنایا اور اپنے عقائد و تشخص اور نسلِ نو کے عقائد کے تحفظ و سلامتی کی کوششیں جس قوم نے نہیں کیں، وہ مٹ گئیں۔ دل پر پتھر رکھ کر کہتا ہوں کہ ہم اسی راستہ پر جا رہے ہیں، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے اور ہماری نسلوں کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت فرمائے۔

اس ملک میں دینی عقائد کے تحفظ کے واسطے جو کوششیں ہوئیں ان میں سے ایک دینی تعلیمی کونسل کی کوشش ہے بے سروسامانی کے باوجود، افراد کی کمی کے باوجود اس کا کارواں رواں دواں ہے اور ایک ہدف اور نشانہ مقرر کر کے شعور کی بیداری کا کام کر رہا ہے۔ شعور اگر نہ جاگے تو قومیں فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہیں اس لحاظ سے دینی تعلیمی کونسل ایک بنیادی فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اللہ سلامت رکھے ہمارے مدارس کو اور ان کی حفاظت فرمائے کہ اگر مدارس نہ ہوتے تو دین سے ہمارا تعلق باقی نہ رہتا یا برائے نام رہ جاتا قال اللہ اور قال الرسول کے زمزمے جہاں سنائی دیتے ہیں وہ مدارس نہ ہوتے تو دینی تشخص کے باقی رہنے اور رکھنے کی فکر مفقود ہو جاتی۔

شعور بیدار رہے، اس کی مستقل فکر کرتے رہنے کی ضرورت ہے، اگر خدانخواستہ بیداریٔ شعور کی فکر سے بے نیازی اور بے توجہی برتی گئی تو پھر خدا ہی خیر کرے۔ دین پر، اس کی تعلیم پر، اس سے متعلق کاموں پر وقت لگانے اور مال صرف کرنے کا مزاج شعور کی بیداری ہی کی بدولت بنے گا دینی عقائد کو مٹانے اور مشرکانہ عقائد کو بٹھانے کی کوششوں کو ناکام بنانے کا یہی راستہ ہے کہ نسل نو کے ایمان و عقیدہ کے تحفظ کی فکر کو ذاتی فکر بنا لیجئے، اسے اپنا ایمانی فریضہ جانئے اور اس کی خاطر جو کچھ کر سکتے ہوں، اس کو کر گزریں اس لئے کہ ہم سب اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے عند اللہ مسئول ہیں کہ تم دین کو مٹتے دیکھتے رہے اس کو بچانے کے لئے تم نے کیا کیا؟ ذاتی مفاد سے بلند ہو کر سوچئے افسوس کہ اب دینی کام میں بھی ذاتی مفاد کو مقدم رکھا جا رہا ہے اور آخری بات یہ کہنی ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کے رحم و کرم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور اس کا فضل اسی وقت شامل حال ہوتا ہے جب اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ بنی اسرائیل کی مثال ہمارے سامنے ہے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے''۔

(مرتب: امین شجاع)

☆☆☆

فکر و عمل

منفی کوششوں کے مقابلہ میں مثبت کوششوں کو زیادہ منصوبہ بند و تیز تر کرنے کی ضرورت

۶ رمئی ۲۰۰۴ء کے دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی کا خطاب

"دینی تعلیمی کونسل محض ایک نظریاتی تحریک نہیں، بلکہ ایک عملی تحریک ہے۔ اس کا تعلق دینی عقائد سے ہے تاکہ نسل نو کے ایمان وعقیدہ کی فکر کی جاسکے اور بچپن میں ہی ان کے دل و دماغ میں دین وشریعت کے بنیادی احکامات کو راسخ کیا جاسکے۔ اس لحاظ سے دینی تعلیمی کونسل کے کام کی حیثیت "بنیاد کے پتھر" کی ہے کہ جس کے ذریعہ نئی نسل میں ایمان کی پختگی وصلابت کو یقینی بنایا جاسکے ان پر بچپن میں ہی دین وایمان کا رنگ ایسا غالب ہو کہ پھر اس بچہ کا کسی غیر ایمانی رنگ میں رنگ جانے کا امکان ہی باقی نہ رہے۔ زندہ قوموں کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ اپنے لئے اقدامی پوزیشن کو منتخب کرتی ہیں، دفاعی رخ اور معذرت خواہانہ انداز اس کا شیوہ نہیں ہوسکتا نہ ہی وہ مطالبات کی صدائیں لگانے میں اپنی توانائیاں صرف کرتی ہیں، دستور نے جو حقوق دئے ہیں ان سے وہ بے نیاز بھی نہیں رہتی مگر محض ان ہی پر تکیہ بھی نہیں کرتیں، وہ اپنی دنیا آپ پیدا کرتیں اور زندگی کا ثبوت دیتی ہیں۔

دینی تعلیمی کونسل کی تحریک کی بنیادی فکر اور اس کی اصل روح پر نگاہ جمائے رکھنے کی ضرورت ہے، اصل مقصدیت، ہدف اور نشانہ پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے، اس کا جائزہ لیتے رہنے کی ضرورت ہے کہ کام میں پیش رفت ہورہی ہے یا نہیں، متعینہ مقصد کے لحاظ سے معاشرہ پر ہماری گرفت ہورہی ہے یا نہیں! ان دنوں اس کام کی اہمیت وافادیت بلکہ تقاضہ وضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، ان دنوں عالمی حالات کا رخ دیکھئے، صورت حال کا جائزہ لیجئے ایک سیلاب بلا ہے جو اسلامی تشخص کو نعوذ باللہ خس وخاشاک کی طرح بہالے جانا چاہتا ہے، ایک طوفان ہے جو ایمان وعقیدہ کے نشیمن کو تہ وبالا کردینا چاہتا ہے اطمینان ہے تو اس بات کا کہ اللہ کا یہ نور بجھائے نہ بجھے گا لیکن سوال یہ ہے کہ ہم دین کے نام لیوا اور اس کے علمبردار دین وایمان اور عقائد کی حفاظت کے لئے اور خصوصاً نسل نو کے ایمان وعقیدہ پر قائم رہنے کے لئے کیا کررہے ہیں؟ منفی کوششیں جس پیمانہ پر ہورہی ہیں، اس سے بڑے پیمانہ پر اور اس سے کہیں زیادہ منظم ومنصوبہ بند طریقے پر ہمیں اپنی کوششیں تیز تر کرنا ہونگی۔ اسلام کی یہ فطرت ہے کہ وہ حالات کی سختی اور برہمی میں اور زیادہ پنپتا اور پھیلتا ہے مگر ضرورت عمل اور جہد مسلسل کی ہے محض خوش کن باتوں سے کام نہیں چلے گا۔

ہمارا ایک بڑا مرض تعلیم کے لئے خرچ نہ کرنے کا بنتا جارہا ہے جبکہ تعلیم قوموں کی ترقی اور زندگی کے لئے نسخۂ کیمیا ہے، عصری تعلیم پر تو ہم کچھ خرچ کربھی لیتے ہیں لیکن دینی تعلیم کی خاطر خرچ کرنے کا رجحان نہیں، ایک طرف دین کے تعلق سے، نسل نو کے ایمان وعقیدہ پر ڈاکہ ڈالنے اور دینی تشخص کو ختم کرنے کی اغیار کی کوششیں ہیں اور دوسری طرف ہمارا دینی تعلیم کے تعلق سے یہ افسوسناک اور بے حسی کا رویہ! آپ ہی بتائیے کہ ہم آخر کس رخ پر جارہے ہیں؟

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے"

(مرتب : امین شجاع)

افادات قرآنی

اللہ کی رحمت وہدایت اس کے راستہ میں جدوجہد کے ساتھ وابستہ ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت اور محنت کی، راہ خدا میں وہی امیدوار ہوسکتے ہیں رحمت حق کے"

گوہر مقصود یوں ہاتھ نہیں آتا!

سارے علم ومطالعہ، عبادات وریاضیات اور ساری اصلاح وتربیت کا مقصود وماحصل معرفت اور یقین ہے، لیکن یہ معرفت ویقین کوئی ایسا گراپڑا مال نہیں ہے جو راستہ چلتے مل جائے ہم اپنے مشاغل اور تفریحات، اپنی معاشی جدوجہد، اپنی خواہشات کی تکمیل اور زندگی کے لگے بندھے نظام میں مشغول رہیں اور یہ گوہر مقصود ہمارے ہاتھ آجائے۔ یہ بات غیرت خداوندی کے خلاف ہے۔ نعمت ایمان اور دولت یقین کوئی ایسی چیز نہیں جو ہر کسی کے گلے لگادی جائے، چاہے اس کو اس کی طلب ہو چاہے نہ ہو، چاہے اس کو اس کی قدر ہو چاہے نہ ہو۔ قرآن شریف میں ایک پیغمبر کی زبان سے آتا ہے۔

﴿أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ﴾

"کیا ہم ایمان کی دولت تمہارے گلے لگادیں گے چاہے تم اس کو ناپسند کرتے ہو"۔

اس کے لئے بلند ہمتوں اور حقیقت شناسوں نے بڑے بڑے ہفت خواں سر کئے ہیں۔ سمندر کھنگالے ہیں پھر گوہر مقصود ہاتھ آیا ہے۔ ایک امام غزالیؒ ہی کی مثال لیجئے......... وہ امام غزالیؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کی بادشاہی عطا فرمارکھی تھی اور جو بوریے پر بیٹھ کر بادشاہت کررہے تھے ان کو یہ محسوس ہونے لگا کہ میرے اندر جو یقین ہونا چاہئے وہ نہیں ہے......... آخر میں اس پوری شان وشوکت کو ٹھکرا کر چلے گئے کہ جب تک وہ یقین کی کیفیت میرے اندر پیدا نہیں ہوگی میں واپس نہیں آؤں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

"جو اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے"

خدا نے ان کو ان کی جستجو میں کامیاب کیا اور وہ دولت عطا کی جس کی ان کو تلاش تھی، وہ ایسا یقین لے کر آئے اور ایسی معرفت لائے جو آج بھی ہزاروں نہیں لاکھوں دلوں کو گرمارہی ہے، آج بھی اس سے ایمانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق طلب کی ان کو یہ جزا عطا فرمائی، یہ صلہ دیا کہ خود بھی ان کو یقین عطا فرمایا اور دوسروں میں یقین پیدا کرنے کی بھی ان میں طاقت پیدا کردی، وہ ہزاروں آدمیوں کے یقین کا سبب بن گئے۔

اسی طرح مولانا رومی کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوئی اور ان کو اپنے اندر ایک باطنی خلا محسوس ہوا کہ سب کچھ ہے، باہر سے عالموں کا لباس ہے، عالموں کی زبان ہے، عالموں کا دماغ ہے، عالموں کا علم ہے، کتب خانہ کا کتب خانہ میرے دل میں بھرا ہوا ہے لیکن جو چیز ہونی چاہئے وہ نہیں ہے، میرے اندر وہ احسانی کیفیت جس کا داعی حضور ﷺ کا ارشاد "أن تعبد الله كأنك تراه" (تمہاری عبادات ایسی ہونی چاہئے گویا کہ اللہ کو دیکھ رہے ہو) اس سے میرا دل خالی ہے۔

جب حضور ﷺ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا۔ ما الاحسان (احسان کے کہتے ہیں، کمال کیا ہے) فرمایا "أن تعبد الله كأنك تراه" (تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور مشاہدہ کررہے ہو) "فإن لم تكن تراه" "اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو پھر خیال کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" "فإنه يراك"۔

حضرت رومی کو بھی اسی شدید احساس نے بے چین ومضطرب کررکھا تھا اور اس کی ان کو ہر وقت فکر رہتی تھی کہ میں پڑھتا ہوں پڑھاتا ہوں، قال اللہ اور قال الرسول میری زبان پر رہتا ہے لیکن میرے اندر جس درجہ کا یقین ہونا چاہئے، میرے اندر جو سوز ہونا چاہئے، میرے اندر دین کی جو تڑپ ہونی چاہئے، میرے اندر جو مشاہدہ کی کیفیت ہونی چاہئے، میرے اندر جو احسانی کیفیت ہونی چاہئے تھی وہ نہیں ہے۔

یہ احسانی کیفیت، یہ مشاہدہ، یہ تڑپ اور بے چینی، اور یقین وتوکل کی وہ طاقت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے صاحب یقین، مرد باخدا کی صحبت درکار ہے جو بڑے سے بڑے یقین سے خالی دل کو بھی یقین کی دولت بخش سکے، اس کے لئے ایک ایسے یقین وایمان سے معمور ماحول کی ضرورت ہے جس میں آکر بڑے سے بڑا تشکیک وتذبذب کا مارا ہوا انسان یقین وایمان کی دولت سے سرفراز ہوجائے......... ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس وقت دہلی میں اللہ کا ایک بندہ ہے، جو یقین کا سودا بیچتا ہے، جو یقین کی دولت کو بانٹتا ہے، جس کے پاس بیٹھنے سے قلب گرما جاتا ہے، جس کے پاس بیٹھنے سے یقین کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، تو اس اللہ کے نیک بندے کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش نے ان پر اپنے بستر پر بیٹھی نیند حرام کردی، اب ان کا جی نہیں لگتا تھا، بس وہ وہاں سے چل کھڑے ہوئے ----- چنانچہ وہ اس خانقاہ میں ایسے پڑے اور ماسوا

اپیل

رواق سلیمانی کی تکمیل

الحمدللہ آپ کا عزیز ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، ناظم ندوۃ العلماء کی رہنمائی میں استقامت کے ساتھ دینی خدمات میں مشغول ہے، ماشاء اللہ طلبہ کی تعداد میں برابر اضافہ ہورہا ہے، ادھر کئی سالوں سے طلبہ کے قیام میں خاصی دشواریاں پیش آرہی ہیں، اور دارالاقاموں میں گنجائش سے کہیں زیادہ طلبہ مقیم ہیں، لہٰذا ذمہ داروں نے طے کیا کہ دارالاقامہ سلیمانیہ جو اپنے نقشہ کے اعتبار سے مکمل نہ ہوسکا تھا، سردست اس میں ۱۲ کمروں پر مشتمل دومنزلہ عمارت کا اضافہ کردیا جائے، جس پر تقریباً ۲۵ لاکھ روپیوں کے مصارف کا اندازہ ہے، محض اللہ کے بھروسہ پر اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا جاچکا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور امید ہے کہ وہ اہل خیر حضرات کو اس جانب متوجہ فرمائے گا اور کام کی تکمیل میں کوئی دشواری نہ آئے گی، آپ کو ندوۃ العلماء سے جو خصوصی تعلق ہے اس بناء پر امید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں خصوصی توجہ فرمائیں گے، ایک کمرہ کی تخمینی لاگت ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ہے، اگر آپ اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے یا اپنے ثواب کے لئے ایک کمرہ کا خرچ برداشت کرنا چاہیں تو مذکورہ رقم ارسال فرمائیں جو بہترین صدقہ جاریہ ہوگا، بصورت دیگر اس اہم دینی کام میں زیادہ سے زیادہ جو بھی تعاون کرسکیں اس سے دریغ نہ فرمائیں۔ وباللہ التوفیق۔

واللہ یحب المحسنین

الملتمسین

(مولانا ڈاکٹر) عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم ندوۃ العلماء)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال ندوۃ العلماء)

چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NAZIM NADWATUL ULAMA**

پھر اس پتہ پر بھیجیں

NAZIM NADWATUL ULAMA
P.O. Box No. 93, Tagore Marg,
Lucknow - 226007

سے ایسے کئے کہ وہ دولت لے ہی کر اٹھے اور خدا نے ان کی طلب صادق اور محنت شاقہ سے ان کو ایسا سرفراز کیا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کے خلفاء کبار میں ہوئے .... شاہ غلام صاحب نے ان کو رخصت کیا اور پورے عراق، کردستان، اور ترکی کی اصلاح کا کام سونپا۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ

﴿مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت رومی کو اس آیت کا مصداق بنادیا۔ ڈیڑھ سو برس ہوگئے لیکن آج بھی ان کا نام زندہ اور ان کے ہی صدقے سے ان علاقوں میں دین کی بہار ہے .... یہ اس اخلاص کی برکت ہے اور اس طلب کی برکت ہے جو شاہ غلام علی صاحب کے پاس مولانا رومی لے کر آئے تھے۔

رحمت الٰہی کے امیدوار

میں نے شروع میں پڑھا

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾

"بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کے راستے میں اپنا گھر بار چھوڑا اور اللہ کے راستے میں انتہائی کوششیں کیں، وہی لوگ کچھ امید کرسکتے ہیں اللہ کی رحمت کی ......!"

"رحمت" کا لفظ ایک ایسا لفظ ہے کہ جب اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو اس سے ایک ایسی رحمتِ مطلق مراد ہوتی ہے جو غیر معین اور غیر محدود، زمان ومکان کی تمام پابندیوں سے آزاد ہوتی ہے۔ اس میں علم ہے، اس میں معرفت ہے، اس میں یقین ہے، اس میں تقویٰ ہے، اس میں احسان ہے، اس میں مقبولیت ہے، اس میں محبوبیت ہے، اس میں کرامت ہے، اس میں خوارق ہیں، اس میں نصرت ہے، اس میں تائید ہے، اس میں غلبہ ہے، اس میں عزت ہے سب کچھ اس میں آتا ہے۔ یہاں پر اللہ نے "رحمت" کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے ورنہ ہوسکتا تھا "اولئک یرجون الرحمة" فرمادیتا، تا کہ معلوم ہو کہ یہ رحمت الٰہی کیسی ہوگی۔ وہ کوئی ایسی ویسی رحمت نہ ہوگی۔ ایک عام آدمی کی مہربانی بھی مہربانی ہے، ایک امیر آدمی کی مہربانی اس سے زیادہ ہوتی ہے، ایک بادشاہ کی مہربانی اس سے بڑھ کر ہوتی ہے لیکن اللہ کی مہربانی کا کیا کہنا "مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر" کوئی قیاس وہاں تک نہیں پہونچ سکتا اور اس میں کوئی حدود قائم نہیں ہوسکتے کہ اتنی اور اتنی دور، یہاں سے وہاں تک، کوئی اس کا رقبہ نہیں، کوئی اس کی پیائش نہیں، کوئی اس کا عمق اور اس کا کوئی عرض وطول نہیں، یہاں تک کہ کوئی اس کا نام نہیں۔ بس وہ اللہ جس طرح چاہے جیسے کہ روزے کے لئے ہے کہ "الصوم لی وانا اجزی بہ" روزہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اب کیا بدلہ لیں گے؟ بس میں جانوں کہ میں بدلہ دوں گا۔ بدلہ جس کو ملے وہ اس کو سمجھ سکتا ہے یا جو دینے والا ہے وہ جانے ایسے ہی یہاں بھی "أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ" کس شکل میں اللہ کی رحمت ظاہر ہوگی۔ جماعت کے ساتھ کیا ہوگی۔ فرد کے ساتھ کیا ہوگی، امت کے ساتھ کیا ہوگی۔ ملک کے ساتھ کیا ہوگی، زمانہ کے ساتھ کیا ہوگی؟ کوئی نہیں بتلاسکتا! وہ فرماتا ہے مگر اس کیلئے شرط کیا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

ایمان، ہجرت، جہاد۔ تین چیزیں ہوں اس کے بعد اولئک یرجون رحمة اللہ۔ "اولئک" کو مقدم کہا۔ وہ ہی کچھ امید کرسکتے ہیں اللہ کی رحمت کی، وہ ہی کچھ اللہ کی رحمت کے مستحق ہوسکتے ہیں، اس کے منتظر رہ سکتے ہیں .... اگر پہلے پیاس تو ہو۔ طلب تو ہو، اپنے اندر کمی کا احساس تو ہو۔ یہ شرط پائی جائے تو خدا کی رحمت خود دستگیری کے لئے بڑھتی ہے "جاهدوا فینا" کی توفیق عطا ہوتی ہے اور انسان امام غزالی، مولانا رومی اور اصحاب نبی ﷺ کی صفات واخلاق کا حامل ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ذاتی جدوجہد اور شخصی عزم کے بغیر دین اور علم کے صحیح ثمرات حاصل نہیں ہونے پاتے .... دین کی اللہ کے یہاں جو قدر ہے اس کے اور اللہ کی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو بلا طلب مل جائے! بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہدایت ورحمت کو اپنے راستہ میں جدوجہد کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

(ماخوذ از افاداتِ قرآنی جلد اول) ☆☆☆

دعائے صحت

☆ ڈاکٹر محمد اجتبا ندوی، دہلی علیل چل رہے ہیں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء نے جناب مولانا واضح رشید ندوی صاحب کے ہمراہ مولانائے محترم کی دہلی جاکر عیادت فرمائی۔

☆ استاذ الاساتذہ جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء گزشتہ چند دنوں سے علیل چل رہے ہیں مگر الحمدللہ اس وقت مولانائے محترم روبصحت ہیں قارئین کرام اور خصوصاً مولانائے محترم کے شاگردوں سے ان کی مکمل صحت یابی کیلئے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

☆ مولانا معین الدین صاحب ندوی غازیپوری (معین بھائی) سخت علیل ہیں۔ دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

ندوہ سے ۱۹۶۲ء کے فارغ التحصیل جناب مولانا عبدالعلیم خان صاحب ندوی کا بمبئی میں مختصری علالت کے بعد انتقال ہوگیا مرحوم کے صاجزادہ محمد طلحہ ندوہ میں امسال سندی سال عالیہ رابعہ کے طالب علم ہیں۔ قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ندوہ کے ۸۵ سالہ جشن میں بزبان عربی ایک تاریخی خطاب کا اردو ترجمہ

ملت اسلامی ہند کا تاریخی کردار

گزشتہ سے پیوستہ

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

دوسرا پہلو جس میں ملت ہمیشہ سرخرو و باعظمت رہی اور جس کے ذکر سے میرا مقصد محض مدح سرائی اور قصیدہ خوانی نہیں، ایک تاریخی حقیقت کا اظہار ہے وہ اس کا طاقتور دینی جذبہ، سرور کائنات ﷺ کی ذات گرامی سے اس کی والہانہ شیفتگی اور مرکز اسلام سے اس کی وہ عقیدت اور قلبی تعلق ہے جس نے مختلف تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی فتنوں سے اس کی بار بار حفاظت کی، اور اس کو ہندوستان میں آنے والی دوسری قوموں اور نسلوں کی طرح یہاں کے فلسفوں میں یکسر تحلیل ہونے سے روکا، ہندوستانی مسلمانوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تمام مسائل سے (خاص طور پر بیسویں صدی کی ابتدا ہی سے) ہمیشہ سے گہری دلچسپی لی۔ خلافت عثمانیہ کی حفاظت وبقاء کے لئے اس ملک میں جتنے جوش کا مظاہرہ کیا گیا (جس میں ہندو مسلمان دوش بدوش تھے) وہ اس کا ایک ثبوت ہے تحریک خلافت جس کا برصغیر میں سیاسی وقومی شعور پیدا کرنے میں بڑا ہاتھ ہے ایک ملک گیر عمومی تحریک تھی، اس کی وسعت ومقبولیت کا اندازہ صرف انھیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جنھوں نے وہ دور دیکھا ہے، اسی طرح فلسطین ومسجد اقصیٰ کی بازیابی کے لئے بھی مسلمانان ہند نے اپنے خیالات وجذبات کے اظہار میں کبھی کوتاہی نہیں کی، اسلامی مسائل کے بارے میں خواہ ان کا تعلق دنیا کے دور دراز گوشوں سے ہو یہاں کی ملت اسلامی ہمیشہ سے بہت ذکی الحس واقع ہوئی ہے اور اس کا عمل اس بارے میں اولین دین کے اصول پر نہیں ہے، یہ اس کے دینی جذبات اور مخصوص تربیت کا نتیجہ ہے۔

اس کا یہ جذبہ اسلامی اور دین سے گہری وابستگی، ان دینی مدارس ومکاتب کی شکل میں بھی نمایاں ہے جن کا سارے ملک میں ایک جال بچھا ہوا ہے اور جس سے کوئی شہر قریہ مشکل سے بچا ہوگا، مسلمانوں نے علم دین کے یہ قلعے، انگریزی حکومت کے استحکام اور تعلیمی نظام کے نئے رخ کو سامنے رکھ کر قائم کئے تھے جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو کر ہزاروں تک پہنچتی ہے، ان میں ایک بڑی تعداد ان مدارس کی ہے جن کو علوم اسلامیہ کی طرف خصوصی توجہ کی بنا پر ہم عام طور پر "عربی مدارس" کے نام سے یاد کرتے ہیں ان مدارس میں عام طور پر صحاح ستہ کی اول سے آخر تک مکمل تعلیم کا انتظام ہے اور خصوصیت کے ساتھ صحیح بخاری وصحیح مسلم، جامع ترمذی، اور سنن ابی داؤد کی طرف زیادہ توجہ رہتی ہے اور ان کو حرفاً حرفاً پڑھایا جاتا ہے۔ اس بارے میں شاید ہندوستان کے مدارس عربیہ عالم اسلام میں منفرد ہیں۔ یہ مدارس قریب قریب سب غیر سرکاری ہیں، ملت اسلامی ان کی کفیل ہے اس ملک میں مخلص علماء، ایثار پیشہ مدرسین اور رضا کار دوامی ایک حد تک قربانی کے ساتھ دین وعلم کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر انھیں مدرسوں کا فیض ہے اور ہندوستان میں سارے سیاسی انقلابات کے باوجود اب بھی دین سے گہرا لگاؤ پایا جاتا ہے اور علم کی شمع روشن ہے وہ اسی طریقہ کار کی برکت اور ثمرہ ہے۔

جب ہندوستان کے عربی مدارس کا ذکر آ گیا ہے تو ہندوستانی علماء وفضلاء مدارس کی اس خصوصیت کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ وہ نہ صرف ہندوستان کی تحریک آزادی کی جدوجہد کرنے والوں کی صف اول میں تھے بلکہ اکثر اوقات انھوں نے اس تحریک وجدوجہد کی قیادت کی اور زیادہ غور سے دیکھا جائے اور انصاف سے کام لیا جائے تو اول اول یہ خیال انھیں نے دیا اور اس جذبہ میں جو حرارت، طاقت اور عمومیت پیدا ہوئی وہ انھیں کی رہین منت تھی، ان میں متعدد اصحاب نے انگریزی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والوں کی عملی قیادت کی، انگریز فوجوں سے دوبدو جنگ کی اور متعدد حضرات جزائر انڈمان ونکوبار اور جزیرہ مالٹا میں قید ونظربند کئے گئے اور کئی کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی، متعدد حضرات ایسے تھے جنھوں نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ ہندوستان کی جیلوں میں گزارا، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ علماء اور دینی شخصیتوں کی تاریخ کے ساتھ اس طرح گھل مل گئی ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں رہا۔

انکی دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے برصغیر ہند کی زبان وادب کی خدمت وترقی میں قائدانہ حصہ لیا اور ۱۸۵۷ء کے بعد اس تحریک کی سربراہی اور رہنمائی کی، اردو کا قصر ادب جن مضبوط اور بلند ستونوں پر قائم ہے ان میں سے بیشتر طبقہ علماء سے تعلق رکھتے ہیں، انھیں نے اردو کو نیا رنگ وآہنگ، نیا اسلوب اور وہ سنجیدگی اور پختگی عطا کی جو اس وقت تک اردو کا سرمایہ فخر ہے، ان میں سے ایک ایک مستقل دبستان ادب کا بانی ہے جس کی اس وقت تک پیروی کی جارہی ہے، اردو شعراء کے مستند تذکرے اور اردو زبان کے ظہور وارتقاء کی تاریخ میں انھیں کی تصنیفات وتحقیقات اس وقت تک اس موضوع میں ابتدائی ماخذ اور سند کا درجہ رکھتی ہیں اور ابھی تک ان سے کام لیا جاتا ہے، اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں علوم مذہبی اور ملک کی زبان وادب کے درمیان وہ خلیج اور اجنبیت بھی کبھی پیدا نہیں ہوئی جو بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں پائی جاتی ہے اور جس کا نقصان دونوں طبقوں کو کم وبیش برداشت کرنا پڑا۔

اگر اجازت دی جائے تو میں بڑے ادب کے ساتھ ایک بات اور عرض کروں گا وہ یہ کہ ہندوستانی مسلمان خدا کے فضل سے بڑی حد تک اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں وہ اسلام کے اولین وحقیقی سرچشموں کتاب وسنت اور اسلام کے اولین علمبرداروں کی سیرت وکردار، ان کی قربانی وایثار اور ان کی اولوالعزمی وحوصلہ مندی کی جلتی ہوئی شمع سے روشنی حاصل کرتے ہیں، انھوں نے اپنا عقیدہ وایمان، اپنا حال ومآل، اسلام کے چمکتے ہوئے سورج کے ساتھ وابستہ کیا ہے، مسلم اقوام یا عرب ممالک کے ابھرتے ڈوبتے ستاروں یا ٹمٹماتے چراغوں سے نہیں، وہ آنکھ بند کر کے ان میں سے کسی کی انگلی پکڑ کر چلنے والے نہیں ہیں نہ انھوں نے ان میں سے کسی کی اسلام کے ساتھ وفاشعاری کو اپنی وفاشعاری کی شرط قرار دی ہے، انھوں نے اللہ کے بھروسہ پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینہ سے لگائے رکھنا ہے خواہ دنیا کی کوئی قوم (عرب ہو یا عجم) اس سے بے تعلقی یا روگردانی اختیار کرے، اگر عرب یا دوسرے ممالک کے مسلمان اپنی پرانی تہذیبوں اور قدیم فلسفوں کے سحر میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور ان کا دم بھرنے لگتے ہیں تو ہم انشاء اللہ وحدت اسلامی اور شریعت اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے، ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلک زندگی کے معاملہ میں کسی کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں، ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس ملک میں اور اس ملک کے باہر، اپنی اس اصول پسندی اور وفاشعاری کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، ہمیں بہت سے ان منافع ومواقع سے آنکھیں بند کرنی پڑیں گی جو ہوا کے رخ پر چلنے والی ملتوں اور فرقوں کو حاصل ہوتے ہیں، لیکن ہمارا یقین ہے کہ ہمارا خدا اگر ہم سے راضی ہے اور ہم خلوص وفہم کے ساتھ اپنے اصولوں پر قائم ہیں تو ہمارے لئے کوئی تنگی اور ہماری قسمت میں محرومی نہیں لکھی ہے۔ اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ ساری کائنات ارادۂ الٰہی کے تابع ہے اور اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارا مسلک اور ہمارا عقیدہ ہے کہ۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

حضرات! ان سب وجوہ کی بنا پر شاید اس سرزمین کو بہت سے دوسرے اسلامی ملکوں سے اس کا زیادہ حق ہے کہ اس کو ایسے مایہ ناز اور منتخب روزگار علماء، ارباب فکر ونظر، ماہرین تعلیم اور اساتذہ ومعلمین کی میزبانی کا شرف حاصل ہو، اور وہ خود یہاں تشریف لا کر اپنی آنکھوں سے ان کوششوں کے نتائج کو دیکھ سکیں، جو ایک بے سروسامان اور بے نوا ملت نے اپنے دین کی خدمت اور علوم اسلامیہ کی ترقی واشاعت کے سلسلہ میں کی ہیں اور یہ دیکھیں کہ ابھی ان کو کتنی طویل مسافت طے کرنی ہے اور وہ سفر میں اس کی کیا رہنمائی کر سکتے ہیں؟

دوسری حیثیت سے میں آپ کا خیر مقدم لکھنؤ کے اس تاریخی شہر میں کر رہا ہوں جو اپنی مردم خیزی وعلم پروری، علماء نوازی میں دہلی کا ہمسر اور اس کا ہم ردیف رہا ہے، یہ دہلی کے بعد ہندوستانی تہذیب وتمدن، ادب وشائستگی اور اردو زبان وشاعری کا گہوارہ تھا، اور یہی ہندوستان کی قدیم تعلیمی تحریک کا مرکز تھا، یہاں وہ سرآمد روزگار علماء پیدا ہوئے جن کے علم کے چشمے ایک طرف مشرق کے آخری حدود تک، دوسری طرف جنوب کے کناروں تک بہے اور ایک عالم نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی، قدیم نصاب درس (درس نظامی) یہیں ترتیب وتکمیل کے آخری مراحل کو پہنچا، جس کا سکہ ایک زمانہ میں برصغیر ہند سے لے کر افغانستان وترکستان تک چلتا رہا ہے، اس شہر کو آخری دور میں قرآن مجید کی خدمت، اس کے حفظ وتجوید اور اشاعت وتبلیغ کا وہ شرف بھی حاصل ہوا جس میں کم ہی نامی گرامی اسلامی شہر اس سے سبقت لے جانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم﴾۔

حضرات! تیسری حیثیت سے اس اہم تعلیمی مرکز میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں جہاں اسلامی فکر وشعور، بحث ونظر اور علمی بصیرت اور دور بینی کی تاریخ کا ایک دلآویز ودرخشاں باب تحریر کیا گیا۔ یہی وجہ ہے جہاں اس تلخ وترش حقیقت کا احساس پہلی بار مجسم اور ٹھوس شکل میں سامنے آیا کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز اور انیسویں صدی کے اواخر میں عالم اسلام تفرق وانتشار، پریشان خیالی اور فکری اضمحلال کی کس آخری منزل میں تھا، نئے تغیرات اور نئے حوادث کا سامنا کرنے اور نئے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت علمائے دین میں (جو ملت کے حقیقی قائد تھے) اور اس طرز تعلیم سے جو ان کو پیدا کرنے کا واحد ذریعہ تھا کس تیزی سے مفقود ہوتی جارہی تھی، مسلم معاشرہ دو متوازی طبقوں کے درمیان منقسم ہو گیا تھا۔ ایک طرف علمائے دین تھے جو عربی مدارس سے قدیم طرز پر پڑھ کر نکلے تھے، دوسری طرف مغربی تعلیم یافتہ حضرات جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروردہ تھے، ان دونوں کے درمیان اجنبیت اور بیگانگی کی خلیج تھی اور یہ خلیج دن بدن بڑھتی جارہی تھی، اندیشہ تھا کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کسی ملانے والے پل کے بغیر ان کی ملاقات اور کسی ترجمان کے بغیر افہام وتفہیم ممکن نہ ہو۔

معاملہ انھیں دو طبقوں میں منحصر نہ تھا۔ ملت کے مختلف مذہبی فرقے اور فقہی مسلک ایک دوسرے کو تحقیر یا خوف کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے، مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا اور وہ کبھی کبھی سخت جارحانہ شکل اختیار کر لیتے تھے معاملہ صرف اثبات وتردید تک محدود نہ تھا، بلکہ تفسیق وتکفیر تک کی گرم بازاری تھی، جہاں تک نصاب درس کا تعلق ہے اس میں کسی کمی یا زیادتی کی گنجائش نہیں سمجھی جاتی تھی، علمی حلقوں پر بالعموم ذہنی عزلت اور گوشہ نشینی کی فضا طاری تھی اور

جدید دنیا کے علوم وافکار اور علمی تحقیقات کے لئے کوئی روزن کھلا نہیں رہ گیا تھا، تیز رو اور تغیر پذیر زندگی سے صرف اسی وقت واسطہ پڑتا تھا جب علماء سیاست کے راستہ پر گامزن ہوتے، مسلم معاشرہ کی پاسبانی ونگرانی مغربی علوم کے حملوں اور اسکے تشکیکی اثرات سے مسلمان نوجوان کی حفاظت سے علماء کنارہ کش ہوتے جارہے تھے اور تعلیم یافتہ طبقہ مغرب کے حاشیہ برداروں اور فکری وتہذیبی شکست کے نقیبوں کے رحم وکرم پر تھا۔

اس نازک بحرانی دور میں (۱۳۱۱ھ ۱۸۹۴ء) کچھ منتخب اہل نظر واہل درد جن کو فراست ایمانی اور درد اسلامی کا حصہ وافر ملا تھا سر جوڑ کر ایک جگہ بیٹھے اور انھوں نے اس کا ایک حل تجویز کیا یہ پہلا موقع تھا کہ جب اہل نظر، اہل دل کے ساتھ علماء دین، جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ساتھ، مذہب حنفی کے علمبردار، علمائے اہل حدیث کے ساتھ، زاہد وگوشہ نشین، امراء ورؤساء اور ماہرین تعلیم کے ساتھ شانہ بشانہ اور صف بہ صف نظر آئے، ان لوگوں نے اس مقصد کے لئے ایک انجمن قائم کی اور اس کا نام ”ندوۃ العلماء“ تجویز کیا اس لئے کہ یہ انجمن دراصل جماعت علماء ہی کے غور وفکر اور انھیں کی دعوت پر قائم ہوئی تھی اور وہی اس کے روح رواں تھے، اس انجمن نے جن بنیادوں پر اپنے سفر کا آغاز کیا وہ تھی، مسلمانوں کا باہمی اتحاد، اسلامی نشاۃ ثانیہ کیلئے مختلف اجتماعی، اصلاحی وتعلیمی کوششوں میں ہم آہنگی، اعلیٰ سیرت وکردار کی تشکیل، رسوم قبیحہ کا استیصال، مسلمانوں کے مختلف امور ومسائل کے حل کے لئے مختلف مسلک ومشرب کے صحیح العقیدہ (اہل سنت والجماعت) علماء کے ایک مشترکہ پلیٹ فارم کی تشکیل، اسلامی اصولوں اور شریعت اسلامی کے مقاصد کو سامنے رکھ کر علوم دینیہ کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں جو عصر حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کرسکیں، علماء کی دینی سطح کو بلند اور ان کے فکر ومعلومات کے افق کو وسیع کرنا اور ایسے علماء تیار کرنا جو قدیم وجدید دونوں حلقوں کے اعتماد کے اہل اور احترام کے مستحق اور مسلمانوں کے دینی، فکری، علمی قیادت کے اس منصب پر فائز ہوسکیں جو عرصہ سے خالی چلا آرہا ہے۔

انھوں نے قرآن مجید کے متن وتفسیر کے طریقہ تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی، علوم آلیہ اور علوم عالیہ، اور وسائل ومقاصد میں تفریق کی، متقدمین میں جو اصحاب دین وعلم کا مذاق صحیح اور ملکہ راسخہ رکھتے تھے ان کی تصنیفات کو اصولاً متاخرین کی تصنیفات پر مقدم رکھا گیا۔ محض کتاب خوانی کے بجائے ”علم آموزی“ کی طرف توجہ کی گئی۔ نصاب میں عربی زبان کو اس کے شایان شان اور معزز جگہ دی گئی اس لئے کہ وہ عرصہ دراز سے غفلت کا شکار تھی اور عہد آخر میں وہ اپنے زوال کے آخری نقطہ پر پہونچ چکی تھی اور نصاب درس اور علمی وتعلیمی سرگرمیوں میں اس کی حیثیت سے اس کی تعلیم کا انتظام کیا گیا جو زندگی اور قوت سے بھرپور ہے، زمانہ کی تمام ضرورتیں پوری کرسکتی ہے اور اس سے دعوت اور اپنے افکار وخیالات کی اشاعت کا بڑا کام لیا جاسکتا ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کے طلبہ اور فضلاء اس کے ذریعہ قرآن مجید کے جمال حسی ومعنوی اور اس کے اعجاز وبلاغت سے ذوق حاصل کرسکیں، حدیث نبوی کی فصاحت وشیرینی سے لطف اندوز ہوں اور وہ اہل عرب کو ان ہی کی زبان اور ان ہی کے اسلوب میں خطاب کرسکیں اور اس کے ذریعہ عصر حاضر کے فتنوں اور گمراہ کن تحریکوں اور دعوتوں کا کامیابی سے مقابلہ کرسکیں، یہ اس زمانہ میں جب مواصلات اور رسل ورسائل کا یہ سلسلہ موجود نہ تھا، بیرونی سفروں کا سلسلہ اس طرح شروع نہ ہوا تھا ایک انوکھی اور اپنے زمانہ سے آگے کی بات تھی، اب جب کہ ممالک عربیہ واسلامیہ آزاد ہوچکے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر اجتماعات وفود کی آمد ورفت اور مذاکرہ تبادلہ خیال ایک عام بات بن چکی ہے، اور ہمارے لئے اس فیصلہ کی اہمیت اور ”ندوۃ العلماء“ کے بانیوں کی عربی زبان سے خصوصی اور غیر معمولی دلچسپی کا راز سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔

انھوں نے اس کے ساتھ بعض مفید اور جدید علوم کو بھی جن سے ایک عالم دین کو ناواقف نہ رہنا چاہئے، اپنے نصاب میں شامل کیا اور مروجہ سرکاری زبان کی تعلیم کا بھی انتظام کیا، ان مقاصد اور آرزوؤں کی تکمیل کے لئے ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ان حضرات نے تجربہ ونمونہ کے طور پر لکھنؤ میں ایک دار العلوم قائم کیا اور اس کا نام ”دار العلوم ندوۃ العلماء“ تجویز کیا جو اپنی شہرت ومقبولیت اور زبان زد ہونے کی وجہ سے ندوہ ہی کے نام سے موسوم ومعروف ہے۔ ورنہ دراصل اس انجمن کا نام جو اس مدرسہ کی نگراں وسرپرست ہے۔

اس مرکز علم ودین یا اس انجمن کے قائم کردہ دار العلوم کی کشادہ فضاؤں میں جو ایک مرکز تعلیم سے زیادہ ایک وسیع اور جامع مدرسۂ فکر اور فکری واصلاحی تحریک ہے ہم سب آپ کا انتہائی گرمجوشی سے استقبال کرتے ہیں اور اس تاریخ ساز اجتماعی اور مبارک ومنتخب محفل میں جس کے واقعات اور داستانیں شاید آنے والے زمانہ میں شکر واعتراف کے لہجہ میں سنائی جائیں اور ایک مقدس امانت اور قیمتی اثاثہ کی طرح ہماری نئی نسل کی طرف منتقل کی جائیں اور جس اجتماع میں اللہ کے فضل سے عالم اسلام نے اتنی فیاضی سے اپنے جگر کے ٹکڑے اور آنکھ کے تارے ایک جگہ جمع کردئے ہیں کہ اس کی مثال ہمیں اس ملک کے ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی، ہم دوبارہ اپنے معزز مہمانوں کی خدمت میں اسلام اور علم کا مشترکہ سلام پیش کرتے ہیں۔

یہ ملت اور یہ سرزمین پہلے بھی احسان فراموش نہ تھی اس نے پہلے بھی اپنے عزیز مہمانوں کی آمد پر شکر وفخر کیا ہے اور آج جبکہ اتنی کثیر التعداد اور یگانہ شخصیتوں نے اس کو اپنے قدوم سے رونق وعزت بخشی ہے اس کا سرفخر سے اونچا اور اس کی زبان شکر ومسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ زمزمہ سنج ہے۔

☆☆☆

ہلال رمضان کا پیغام امت مسلمہ کے نام

مولانا شمس الحق ندوی

یوں تو ہر مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور کوئی نہ کوئی پیام لاتا ہوں، میری ہر آمد قرب قیامت اور ناپائیداری عالم کا اعلان ہوتی ہے میری گردش نے کتنوں کے عروج کو زوال، صحت کو مرض اور حیات کو موت سے بدل دیا ہے مگر میری آج کی آمد ایک خاص پیام اور آپ کی پریشاں نظری کے علاج کی غرض سے ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ میں آپ کی آنکھوں میں جذب وشوق کی ایسی کیفیت محسوس کررہا ہوں جو پچھلی ملاقاتوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ مجھے کچھ حیران و پریشان نظر آرہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو اپنا بہت کچھ کھودینے کا احساس ہو، دوسری طرف آپ کی مشتاق وفریادی نگاہیں یہ پتہ دے رہی ہیں کہ اب آپ تجدید عہد وفا کرنے چلے ہیں اور مجھ سے کچھ واضح مشوروں کے طالب ہیں۔

میرا پیام کچھ ڈھکا چھپا نہیں ہے، میری آمد نے تو بارہا آپ کے تن مردہ میں جان ڈالی ہے اور آپ کی مدد کی ہے آپ کے اسلاف نے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں کہ آج کی مادہ پرست دنیا اس کو سمجھنے سے قاصر ہے، آپ نے بھی اگر عزم وحوصلہ سے کام لیا اور گوش دل سے میری بات سنی تو میں آپ کو شوق ومستی اور سوز دروں کی دولت سے نہال ومالا مال کردوں گا اور آپ کی بہت سی الجھنیں خود بخود دور ہوجائیں گی، بڑے سے بڑے مسائل حل ہوجائیں گے، زندگی کی الجھی ہوئی ڈور سلجھ جائے گی، زندگی جو بار دوش بنتی جارہی ہے، کرب وبے چینی درد وکوفت، بغض وحسد، رنج وغم اور مایوسی وناامیدی کا مرکز بن چکی ہے وہ سکوں آشنا، فرحت ومسرت، محبت ورافت اخوت وبھائی چارگی، ایثار وتعاون، اولوالعزمی وبلند ہمتی جوش وولولہ اور قوت عمل کا ایک انمول ہیرہ بن جائے گی جس کی سودے بازی اس کارگاہ ہستی اور عالم رنگ وبو میں کوئی قوم یا کوئی مادی طاقت، اور کوئی دلفریب ودیدہ زیب تمدن نہ کرسکے گا، اور آپ کا داغ دھل جائے گا، جس کی وجہ سے آج آپ دنیا کی برادری میں سرنگوں اور شرمسار ہیں۔

میں آپ کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی طرف بھی اشارہ کروں گا، مگر جب آپ تجدید عہد وفا کرنے چلے ہیں تو اسے بھی کھلے دل اور شرح صدر کے ساتھ سنیں اس لئے کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں، آپ کا دامن آج اصل سرمایہ سے خالی ہوچکا ہے، آپ حلم وتدبر کی صلاحیت کھو چکے ہیں، ضعف اعصاب، جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاپن آپ کا مزاج بن چکا ہے، معمولی سی معمولی بات جو آپ کے مزاج کے خلاف ہو آپ اسے برداشت نہیں کرسکتے، اس کی خاطر بڑے سے بڑے قومی مفاد کو نظر انداز کرجانا آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، ہوا وہوس آپ کے رگ وپے میں سرایت کرچکی ہے، آپ کی اس مزاجی کیفیت نے گھر اور کنبہ سے لے کر علمی وسیاسی میدان غرض زندگی کے ہر شعبہ میں انتشار پیدا کر رکھا ہے، طرفہ تماشا یہ ہے کہ آپ اپنے ضمیر کو اس پر مطمئن رکھتے ہیں کہ جو وہ کررہا ہے وہی صحیح ہے، یہ بڑے خطرے کی علامت ہے، آپ پھر سے اپنے افکار وخیالات پر نظر ثانی کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے لئے نفس کو بہت دبانا اور سدھانا پڑے گا، بہت کچھ کھونا اور پاپڑ بیلنا ہوگا، جب کہیں زندگی کی وہ چول بیٹھے گی جو اپنی جگہ سے کھسک چکی ہے میں اسی کی مشق وتربیت کا پیام لے کر حاضر ہوا ہوں، اس سے بھی آپ کو ہوشیار کرتا ہوں کہ جب آپ فیصلہ کریں گے تو تاویلات کی دیواریں کھڑی ہوجائیں گی کیونکہ ع

ہوس سینہ میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

”خوبیاں سب ہم میں ہیں عیب سب دوسروں میں“، یہ وہ مہلک روگ ہے جس نے آپ کی قوت عمل کو مفلوج اور قبائے اتفاق واتحاد کو تار تار کررکھا ہے، آپ ذرا غفلت کے پردوں کو ہٹائیے خمار آلود آنکھوں کو ہوش وخرد کی چھینٹیں دیکر غنودگی کو دور کیجئے اور دیکھئے آپ کے سامنے ہزاروں مسائل کھڑے ہیں اور بے شمار رکاوٹیں اور چٹانیں حائل ہوچکی ہیں۔

آپ کے خلاف مکر وفریب اور سازشوں کے ان گنت جال بچھائے جاچکے ہیں، اور دشمن نے یہ سب اس ہوشیاری ودوربینی سے کیا ہے کہ آپ اس کی ہر ادا اور ہر حربہ کو اپنے موافق سمجھ رہے ہیں آپ اس کی سحر انگیزیوں پر سرشار اور اس حد تک فدا ہیں کہ سب کچھ لٹا کر آپ نے اپنے کو اس کی گود میں ڈال دیا ہے اس نے طفل شیر خوار کی طرح آپ کو تہذیب وتمدن نئی نئی زہریلی تحریکوں اور کانفرنسوں کے کھلونے دے کر بہلا پھسلا رکھا ہے، اور اپنا اثر ورسوخ برابر بڑھاتا جارہا ہے بعض قوموں پر تو ہم نے آپ کے دشمن کو اس طرح سرپرستی کرتے دیکھا جیسے کسی یتیم ولاوارث بچے کی کی جاتی ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو میں کہوں کہ جو کچھ اس نے کہا وہ آپ نے بے چون وچرا مانا آپ کو ہوش نہیں کہ دشمن نے آپ کی اصل روح کو سلب کرنے کے لئے اپنی پوری علمی وفکری صلاحیت صرف کردی ہے اس نے رنگا رنگ مادی ترقیات کی دجالی جنت دکھا کر آپ کے ایمان ویقین، نفس اسلام اور رسالت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کردی ہے اور آپ نہایت سادہ دلی اور بھولے پن کے ساتھ کشاں کشاں ادھر ہی کو چلے جارہے ہیں، کبھی تاویل وحیلہ بازی سے کام لے کر کبھی جدید تغیرات وضروریات کو وجہ جواز قرار دے کر آپ میراث ابراہیمی سے نظر بچاتے ہوئے مغرب کے تازہ خداؤں سے رشتہ جوڑ رہے ہیں، آپ اپنا احساس کھو چکے ہوتے تو

میراث ابراہیمی کے شکوہ و ملال کے یہ الفاظ نہ سنتے جو فضا میں عرصے سے گونج رہے ہیں ع

عدو سے ملنے کی خواہش اور کچھ مرا بھی خیال
چلے ادھر ہی کو لیکن ٹہل ٹہل کے چلے

اسلامی حقائق و عقائد کے بارے میں آپ کے شکوک و شبہات لیت و لعل زبان حال سے صاف صاف یہ اعلان کر رہے ہیں کہ

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

آپ کے ہاتھ اپنے ہی خون سے رنگین ہیں، قصر اسلام کی ایک ایک اینٹ آپ خود اکھاڑ رہے ہیں، اپنا سارا اثاثہ لٹا کر غیروں کے در پہ کاسہ گدائی آپ ہی لئے کھڑے ہیں، آخر بے حیائی و بے ضمیری کی بھی تو کوئی حد ہونی چاہئے، کل جن کو آپ نے بہت کچھ دیا تھا اب اپنا سب کچھ کھو کر انھیں سے مانگنا کیسا روح فرسا، حسرتناک اور دلسوز منظر ہے، ڈوب مرنے کی بات یہ ہے کہ جن کا مقصد حیات نا ؤ نوش، تخرون و مرون، اور عیش کوشی کے سوا کچھ نہیں وہ اپنے قومی معاملات میں کتنے متحد، ایثار و قربانی میں کتنے آگے ہیں اور آپ جن کا مقصد احتساب کائنات جہانبانی و جہاں آرائی ہے، جن کا مقصد حیات آگ کے شعلوں کو گل و گلزار بنانا ہے، ظلمت کدۂ عالم میں رشد و ہدایت کی شمعیں جلانا ہے، کتنے منتشر اور باہم دست و گریباں ہیں اگر کبھی کسی نقطہ پر متحد ہوتے ہیں، تو بہت جلد اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اس کی ایک ایک کڑی الگ ہو جاتی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ اندر کی کھوئی ہوئی چیز کو باہر ڈھونڈ رہے ہیں، جلسہ جلوس، احتجاجوں اور کانفرنسوں میں ڈھونڈ رہے ہیں آپ یاد رکھیں کہ کفر کے ہزار گناہ معاف، اس لئے کہ اس کی ایک ہی اور آخری ابدی سزا ہے اور ایمان کی ادنیٰ لغزش بھی قابل گرفت ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ ﴿اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها﴾ کا مژدہ ہے، کفر سراپا ظلمت و تاریکی، ایمان نور مجسم ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ نے میرے پیام کو غور سے سنا تھا اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا تو مہر و ملخ کی طرح، افق عالم پر چھا گئے تھے اور آپ سے کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا تھا، میں نے آپ کے خرقہ پوشوں کو قیصر و کسریٰ کا تاج چھینتے دیکھا ہے آپ کے شہ سواروں کو سطح سمندر پر بے تکلف چلتے دیکھا ہے، ان کے یہ الفاظ بیشک یہ دین تو نیا ہے (نئی نئی خصوصیات و اثرات کا حامل ہے سمندر اس کے تابع ہو گا یہ سمندر کا نہیں) اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، میری آنکھوں نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ آپ کی آواز پر جنگل کے درندوں نے اس طرح راستہ خالی کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو منہ میں لے کر بھاگے ہیں، جیسے میں اب بھی ساحل اندلس پہ طارق کی جلتی ہوئی کشتیوں کا دھواں دیکھ رہا ہوں اور میرے کانوں میں ایمان و یقین، عزم و حوصلہ سے بھرپور طارق کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں لوگو! دشمن تمہارے پیچھے ہے سمندر سامنے ہے بھاگنے کی گنجائش کہاں اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ مردانہ وار بڑھو اور دشمن کی کلائی موڑ دو، میں آپ کے کمسن سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفی کے گھوڑوں کی ٹاپ ساحل ہند پر سن رہا ہوں، سپہ سالار ایران کے نام حضرت سعد ابن ابی وقاص کے خط کے یہ الفاظ ابھی تک آپ کی تاریخ کا سنہرہ باب بنے ہوئے ہیں، "ہم خود نہیں آئے ہیں بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بادشاہوں کے ظلم و ستم اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالیں اور ایمان کے نور اور اسلام کے عدل کی طرف بلائیں اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔" میں آپ کے صلاح الدین ایوبی کو بیت المقدس پر فتح و کامرانی کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

جب آپ نے ہمارے پیام کی قدر کی تو ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا اور جب آپ نے اس کی ناقدری کی، بے رخی برتی، آپ کے اندر عیش اور خود غرضی و نفس پرستی کا غلبہ ہوا تو اخلاقی زوال و انحطاط نے ممالک اسلامیہ کی ایک ایک کڑی کو الگ کر کے آپ کو بزدل و پست ہمت بنا دیا۔

اگر آ ہوئی بہار سے آپ پھر فائدہ اٹھا لیں تو آپ کے حق میں بڑا اچھا ہو گا، معاف فرمائیں میں نے بہت دیر تک آپ کو شرمندہ کیا، اب میں پھر سے (نیا) پیغام دہرا رہا ہوں، آپ اس کے ایک ایک جز کو دانتوں سے پکڑ لیں عملی مشق کے لئے کمربستہ ہو جائیں جیسا کہ میں نے وضاحت سے عرض کیا اسی میں آپ کے درد کا درماں ہے۔

غور فرمایئے افق عالم پر چمک کر میں نے آپ کے کتنے زبردست عالمگیر قومی اتحاد کا اعلان کیا ہے، شہر ہو کہ گاؤں، سمندروں کے پار، پہاڑوں کی اوٹ، مشرق سے لے کر مغرب تک جہاں کہیں بھی اسلامی برادری آباد ہے، اب سب کے سب کھانے پینے سے ہاتھ روک لیں گے۔

طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک چاہے کتنے ہی لذیذ کھانے موجود ہوں کوئی ادھر ہاتھ نہ بڑھائے گا، کتنی ہی پاکیزہ حلال کمائی ہو اس کا کھانا حرام ہے شاہ ہو کہ گدا، امیر ہو کہ غریب، آقا ہو کہ غلام، سب ایک ہی حال میں ہوں گے سب بھوکے پیاسے، سب کی زبانوں پہ تالے، نہ غیبت کر سکتے ہیں نہ جھوٹ بول سکتے ہیں، ہاتھ بندھے ہوئے فقر و فاقہ کے باوجود نہ چوری کر سکتے ہیں نہ حرام کو ہاتھ لگا سکتے ہیں، سب ایک ہی اذان سے افطار کریں گے، ایک ہی اعلان صبح صادق سے پھر پابند ہو جائیں گے، دن کے بھوکے پیاسے، رات کو اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھے تراویح میں کلام پاک کا دور کر رہے ہوں گے تقدیم ہو گی نہ تاخیر، اسی کیفیت کے ساتھ پورے مہینہ سب کی زبانوں پہ ذکر و تلاوت، تسبیح و استغفار کے زمزمے جاری ہوں گے۔

اب وعدہ کیجئے کہ آپ اس موسم بہار کو جو عبادت و ریاضت، اصلاح باطن، تزکیۂ نفس، سوز و ساز اور ناز و نیاز کے لئے خاص ہے، محض افطار و سحر کے اہتمام میں، دعوتوں اور روزہ کشائی کے جشنوں میں ضائع نہ کر دیں گے، اور اپنے غریب و نادار بھائیوں،

یتیموں، اور بیواؤں کا بھی خیال رکھیں گے ان کو چھپا کر خوب دیں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ تو اتنا کھائیں کہ تراویح میں کھڑا ہونا دشوار ہو، اور آپ کے بھائی بھوک کی بھٹیوں میں جل رہے ہوں ان کا افطار و سحر پانی سے ہوتا ہو، آپ کے نبی نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی روزے دار کو افطار کرایا کھانا کھلایا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ رکھنے والے کو، تو دیکھئے آپ ایسا نہ کیجئے گا کہ اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے صرف کھانے پینے اور اپنے ہی معیار کے لوگوں کی دعوت کرنے میں لگے رہیں، نہیں! بلکہ ناداروں کو مقدم رکھیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب یہ مہینہ آتا تھا تو آپ کے نبی عام دنوں سے کہیں زیادہ خرچ کرتے تھے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے لٹاتے تھے، روزے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کو غریبوں اور فاقہ کشوں کی بھوک اور جلن کا بھی احساس ہو، ضرورت مندوں کا خیال آئے۔

روزہ کا اصل منشا یہ ہے کہ تزکیہ نفس، پاکیزگی اخلاق و خواہشات نفس پر قابو پانے، گناہ و معاصی سے اجتناب کی صلاحیتیں اجاگر ہو جائیں، فتنہ و فساد اور ظلم و زیادتی اور بغض و حسد کی آگ بجھ جائے اور قلب مومن میں ایک ایسی مومیائی صلاحیت پیدا ہو جائے جس میں عناد و سرکشی سنگدلی و قساوت قلبی کا گذر نہ ہو، فرض شناسی، احساس ذمہ داری، وفاء عہد، اور امانت و صداقت کی جلوہ آرائی ہو، حقیقت ہی حقیقت ہو، نفاق و ملمع سازی کا گرد و غبار دھل چکا ہو صاحب حق کو اس کا حق ملے، مظلوم ظالم سے مامون اور اس کی عزت و ناموس محفوظ ہو، غرباء و مساکین، مجبور و نادار، لاوارث و بے سہارا نہ رہنے پائیں، فرائض منصبی کی ادائیگی کا جذبہ، دینی ملی مسائل اور قومی ضروریات و تقاضوں سے غافل و بے خبر نہ ہونے دے، نیا خون نئی روح، نیا جوش عمل پیدا ہو۔

میں ساری اسلامی احکامات و عبادات کے رہبر سل کا پیام لایا ہوں جو مہینے بھر ہوتی رہے گی اور زندگی بھر اس کو برتنے کا مطالبہ ہو گا اور شاید اس مہینے کے ہر عمل پر بے تحاشہ اجر و ثواب، فضیلت و مقبولیت کے وعدہ کا یہی راز ہے کہ آپ لپک لپک کر اس کی طرف بڑھیں اور قلب و روح، ظاہر و باطن کو مزکی و مصفی کر کے نبی کے اسوۂ حسنہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر پیدا کر لیں کہ یہی آپ کا مقصد تخلیق اور آقا و غلام کے رشتہ کی کڑی ہے، میں نے دیکھا ہے میرا مشاہدہ ہے کہ جب میں اس مہینہ کی آمد کا اعلان کرتا تو اللہ کے نبی عبادت و ریاضت کے لئے کمربستہ ہو جاتے، رات رات نمازوں اور دعاؤں، ابتہال و تضرع گریہ و بکا میں گزار دیتے آپ کا شغیر نالۂ شب گیر عرشیوں تک پر رقت طاری کر دیتا، آپ ہی کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک و عنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے، روزہ خاص میرے لئے ہے اس کا بدلہ میں خود دوں گا، یہی وجہ ہے کہ اس کے پورے آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، فرمایا جو گالی گلوج، کذب و افتراء، غیبت گوئی سے باز نہ رہے، مجھے اس کے روزے کی ضرورت نہیں، بھوک پیاس کے سوا اس کو کچھ نہ حاصل ہو گا فرمایا تم سے کوئی الجھے تو کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔

یہ گویا اس بات کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ روزے میں ہر ناپسندیدہ چیز سے احتراز و اجتناب ہی روزے کی اصلی حقیقت پیدا کرتا ہے اور اس کے مقاصد کو پورا کرتا ہے، دل محو خیال یار ہو اور جسم پابند فرمان دلبر ہو، جذب و مستی کا یہ عالم ہو کہ زبان حال سے آپ پکار اٹھیں ع

شب وصل خلوت خاص میں جو حجاب بیچ سے اٹھ گیا
تو ہمیں رہے نہ وہی رہے جو رہی تو بے خبری رہی

عفو و کرم، جود و سخا اور دہش کا بازار شباب پر ہے راہ کے رہزن سارے شیاطین کو طوق سلاسل پہنا دیئے گئے، جہنم کے سارے دروازے بند ہیں جنت کے سب دروازے کھول دیئے گئے، پیہم باران رحمت ہو رہی ہے، جو مجرم تھے ان کی بھی سزائیں ان دنوں کی رہے گی، اور بے شمار ایسے ہیں جو اس جشن سالانہ کی خوشی میں ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائیں گے، کیسی بہار کا پیام لایا ہوں، عام دنوں میں ایک عمل پر اگر ایک سے دس تک نیکیاں ملتی تھیں تو اب دس سے ستر بلکہ سات سو تک نیکیاں ملیں گی، ایک فرض ادا کریں گے تو سات سو کا ثواب پائیں گے، مسلسل اعلان ہو رہا ہے بھلائی کے خواہاں آگے بڑھ اپنا دامن خیر و برکت، نور ایمان حلاوت ذکر عبادت و ریاضت، اور اطاعت و انقیاد کے موتیوں اور پھولوں سے بھر لے، نفس پرستی، خود غرضی و بداخلاقی، جھوٹ، دغابازی، بغض و عداوت غرض دل کے ایک ایک زنگ کو اچھی طرح صاف کر لے اور مجسم نور بن جا، اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ کی رگوں میں زندگی کی نئی لہر اس طرح دوڑ جائے گی کہ ع

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس مہینہ میں ایک ایسی بھی رات ہے جو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے، پوری رات رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے، تانتا بندھا رہتا ہے، دیکھئے وہ ضائع نہ ہونے پائے، اس مہینہ کے آخری دنوں میں رحمت خداوندی اور زیادہ متوجہ ہوتی ہے، اسی لئے تو ان دنوں میں اللہ کے نبی مسجد ہی میں معتکف ہو جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر پڑ جاتے تھے، رمضان کے بعد عید ہے، دیکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ضرورت سے زیادہ عید کے اہتمام میں لگ جائیں اور یہ آخری عشرہ ضائع ہو جائے اور آپ بہت کچھ کھو دیں یہ ہے میرا پیام جس کو بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے، اب اپنی ان کوتاہیوں کو پھر سے دیکھ لیں جس کو میں نے گنایا تھا اور میرے اس پیام پر غور فرمالیں، شاید آپ کو یہ یقین کرنے میں دیر نہ لگے گی کہ جو پیام میں نے آپ کو دیا ہے اسی میں آپ کے سارے امراض کا علاج موجود ہے۔

اب میں ان آخری الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ زندگی ایک ہے اور ناپائیدار ہے اس کو بہت ہی سوچ سمجھ کر استعمال کیجئے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ ☆☆☆

☆☆☆

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ

اللہ کی طرف دوڑو

(مولانا) ابولبیان حماد عمری

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

یہ ارض وسماء یہ زیر وزبر، سب دوڑ رہے ہیں رب کی طرف
یہ کاہ کشاں یہ شمس وقمر، سب دوڑ رہے ہیں رب کی طرف
یہ لالہ وگل یہ لعل وگہر، سب دوڑ رہے ہیں رب کی طرف
یہ شاخ وشجر، یہ شام وسحر، سب دوڑ رہے ہیں رب کی طرف

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

چھایا ہوا ساری دنیا پر فرسودہ نظامِ باطل ہے
باطل کا نظامِ فرسودہ اک زہر ہے وہ بھی ہلاہل ہے
یہ زہر ہلاہل پی کر بھی کیوں ملتِ بیضا غافل ہے
منجدھار میں اس کی کشتی ہے اور دور بہت ہی ساحل ہے

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

ہر شئے کی یہی تو فطرت ہے دوڑے ہے وہ اپنے رب کی طرف
جس دل میں ذرا بھی خشیت ہے دوڑے ہے وہ اپنے رب کی طرف
'فردوس' کی جس کو چاہت ہے دوڑے ہے وہ اپنے رب کی طرف
اللہ کی جس پہ رحمت ہے دوڑے ہے وہ اپنے رب کی طرف

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

دوڑو گے نہ گر تم رب کی طرف پھر مال کی جانب دوڑو گے
دنیا کی طرف اور دنیا کے جنجال کی جانب دوڑو گے
شیطان نے جو پھیلا رکھا ہے اُس جال کی جانب دوڑو گے
تم بچ نہ سکو گے فتنوں سے دجّال کی جانب دوڑو گے

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

اللہ کے مخلص جانبازو، اسلام کے سچے فرزندو
گفتار کے تم غازی نہ بنو، میدانِ عمل میں آجاؤ
دنیا سے مٹاؤ شرک وبدی ، توحید کی کرنیں پھیلاؤ
اسلام کو غالب کرنا ہے، پیغام یہ سب کو پہنچاؤ

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

سوئے ہو اگر تم اٹھ بیٹھو، بیٹھے ہو تو ہمت کرکے اٹھو
اٹھ کر جو کھڑے تم ہو جاؤ، منزل کی طرف پھر چل نکلو
منزل ہے تمہاری خلدِ بریں، فردوس کی جانب تیز چلو
اللہ پکارے ہے تم کو، اللہ کی جانب تم دوڑو

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

اللہ جو رب ہے ہم سب کا، خالق ہے وہی معبود وہی
رازق بھی وہی، حاکم بھی وہی، سلطان وہی، مسجود وہی
ہر سعی وجہد، ہر کوشش کا مطلوب وہی مقصود وہی
حمادؔ یہ ساری حمد وثنا ہے جس کے لئے محمود وہی

اللہ کی خاطر جینے والو، اللہ کی خاطر مرنے والو
اللہ سے ہر دم ڈرنے والو، دوڑو اپنے رب کی طرف

تلمود کی تعلیمات

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
(سابق ڈین وصدر شعبۂ عربی، کالی کٹ یونیورسٹی۔ کیرالا)

تعلیمات وقوانین جو یہودیوں کی مذہبی کتاب تلمود میں درج ہیں وہ عجیب وغریب ہیں یہ کتاب یہود کے علماء اور حاخامات نے مرتب کی ہے۔ تلمود کے قانون کے مطابق ایک یہودی کو اگر کوئی دوسرا کام نہ ہو تو دوسرے یہودی کی جان بچا سکتا ہے لیکن اگر دوسرا شخص غیر یہودی ہو اور مر رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کی جان نہ بچائے۔ اگر غیر یہودی کنویں میں گر پڑے تو یہودی پر واجب ہے کہ اس کو نہ بچائے اور نہ اس کو بچانے کے لئے جائے۔ ابن میمون کہتا ہے کہ اگر غیر یہودی سے حالت جنگ کی کیفیت نہ ہو تو بھی اس کی جان نہ بچائی جائے غیر یہودی کی جان بچانا یہود کے لئے ممنوع ہے اگر کسی یہود کے سامنے کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو اس کی جان نہ بچانی چاہئے۔ اس لئے کہ تلمود میں لکھا ہوا ہے کہ "غیر یہودی تمہارے دوست نہیں ہیں"

یہودی طبیب کو چاہئے کہ غیر یہودی مریض کا علاج نہ کرے۔ ابن میمون خود یہودی تھا اور طبیب تھا وہ کہتا ہے کہ اگر یہودی ڈاکٹر غیر یہودی مریضوں کا علاج نہ کرے تو اُس سے اور صاحب اثر ورسوخ والے مریضوں کے درمیان عداوت پیدا ہو جائے گی تو موقع کے لحاظ سے اس کو کام کرنا چاہئے۔ اور اس گناہ کا فدیہ ادا کرنا چاہئے۔ اس پر ابن میمون لکھتا ہے کہ اگر تم کو اس کی عداوت کا ڈر ہو تو اس کو شفاء دینے کی کوشش کرو۔ مگر پیسے غیر یہود سے زیادہ وصول کرلو۔

یہ موسیٰ بن میمون یہودی تھا اور مصر میں ایک بڑا طبیب تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی اور اُن کے صاحبزادے سلطان ملک فاضل اور درباری مریضوں کا علاج کرتا تھا۔ چونکہ یہ ایک بڑا طبیب تھا اور پورے مصر میں اس کی شہرت تھی چنانچہ اس نے بڑی جائیدادیں اور بڑی دولت جمع کرلی تھی مگر کسی مسلمان کا علاج وہ مفت نہ کرتا تھا خواہ مسلم مریض غریب ومحتاج ہی کیوں نہ ہو۔

اسرائیل شاحاک کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے قیمت اس بنا پر وصول کرتا تھا کہ اس کو مذہباً غیر یہودی کے علاج کرنے پر کوئی اجر نہ ملتا تھا یہ ایسا کام نہ تھا جو خیر ومعروف میں شمار ہوتا۔ لہٰذا اس غلط کام کا فدیہ کسی اور طریقہ سے ممکن نہ تھا، سوائے اس کے کہ وہ مریض سے زیادہ قیمت وصول کرے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غیر مسلم ڈاکٹر عموماً اور یہودی ڈاکٹر خصوصاً اپنے مسلم مریضوں کو زہر پلا کر مار دیتے تھے خصوصاً اگر یہ مریض غیر اہم اور عامۃ الناس میں سے ہے۔ اس لئے کہ عوام اور غیر صاحب اثر ونفوذ انسان کے خلاف جرم کی تحقیق کرنے والا اور اس کو ثابت کرنے والا عموماً کوئی نہیں ہوتا۔ اس لئے غیر یہود کو قتل کرنے کی تعلیم اور ان کی جان نہ بچانے کی ہدایت تلمود میں موجود ہے۔ اس طرح ایک یہودی ثواب اور خدا کے تقرب کا ذریعہ تلاش کرلیتا ہے یہودی دشمنی مسلم معاشرہ میں معروف تھی چنانچہ اندلس کا فقیہ عبدالملک بن حبیب البسیری متوفی ۲۳۸ھ اپنے رسالہ الطب النبوی میں لکھتا ہے کہ اگر ڈاکٹر یہودی یا عیسائی اور غیر مسلم ہو اور کسی مسلمان کو وہ دوا دے اور دوا کھاتے ہی مسلمان مریض مرجائے تو سلطان وقت کا فرض ہے کہ اس کی تحقیق کرے کہ مریض کو کون سی دوا دی گئی تھی۔ خواہ طبیب مشہور ہو اس لئے کہ اس کا امکان ہو سکتا ہے کہ یہودی یا عیسائی ڈاکٹر مسلمان مریضوں کو زہر دیدے۔ اندلس میں عہد انحطاط وزوال میں جب طوائف الملوکی کا دور تھا، اس وقت یہود کے اثرات بڑھ گئے تھے حتی کہ وہ وزارت کے عہدوں پر فائز ہو گئے تھے اس بنا پر موحد خاندان کے بادشاہوں نے یہودی اور نصرانی طبیبوں پر نظر رکھی اور ان کی نگرانی کی۔ قرطبہ کے موحد بادشاہ نے یہودی طبیبوں کو حکم دیا کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں اور پریکٹس (Practice) کرتے رہیں یا پھر ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ موسیٰ بن میمون طبیب نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے خاندان کو دھوکہ میں رکھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہود کو یروشلم میں بسنے کی اجازت دی ورنہ حضرت عمرؓ سے جو معاہدہ فتح یروشلم کے موقع پر نصاریٰ نے کیا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہود کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس شہر میں بسیں۔

جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں سے بیت المقدس کو آزاد کرایا تو یہ تصور کرکے کہ حضرت عمرؓ کی شرط ختم ہوگئی ہے، یہودی خاندان کو بیت المقدس میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس کا سبب یہی موسیٰ بن میمون یہودی طبیب تھا۔ موجودہ دور میں یہودیوں نے ایک دعا ایجاد کی کہ میمون پوری انسانیت کی بھلائی خدا سے مانگتا تھا اس دعا کو ایک جرمن یہودی نے ایجاد کیا اور اس کا انتساب ابن میمون کی طرف کیا ایک دوسرے یہودی نے اس کا ترجمہ جرمن زبان سے انگریزی میں اور انگریزی سے مصری اطباء نے عربی میں کیا۔ جرمن زبان میں اس کو ایجاد کرنے والا الفریڈ نواللہ ہے۔ دعا بہت طویل ہے لہٰذا ابتدائی چند جملوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابن میمون طبیب کہتا ہے

"اے میرے خدا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔ تو نے انسان کے جسم کو انتہائی حکمت سے پیدا کیا ہے تو نے

اپنی زمین میں، اپنی نہروں میں اور اپنے پہاڑوں میں برکت دی ہے ان میں شفا دینے والا مواد ودیعت کیا ہے جو تری مخلوق کی تکلیف کو کم کرتا ہے اور انسان اپنے بھائی کی مصیبت کو چھڑاتا ہے اور اس مواد کی قدرت کا انکشاف کرتا ہے تاکہ ہر مرض کی مناسبت سے دوا کو استعمال کیا جاسکے۔ تو نے اپنی تکوینی حکمت سے مجھے چن لیا ہے کہ جسمیں مخلوقات کی صحت پر توجہ کروں جسمیں اپنے پیشہ کے واجبات کو ادا کرتا ہوں۔ اے الٰہی میری مدد فرما ان عظیم خدمات کی جنس بشر کے نفع کے لئے اس لئے کہ بغیر تیری مدد کے معمولی چیز میں بھی کامیابی نہیں ہے۔''

یہ دعا بناوٹی ہے۔ اس کا تعلق موسیٰ ابن میمون سے نہیں ہے۔ اس کی موت کے چھ سو برس بعد یہودیوں نے اس کو گڑھا ہے۔ غیر یہودیوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ وضع کی گئی ہے ورنہ تلمود میں صاف لکھا ہے کہ غیر یہود کا علاج کرنا جائز نہیں ہے یہ ایک بہانہ ہے دوسروں کو دھوکہ دینے کا۔

یہودی مذہب اور تاریخ اسرائیل کا مصنف اسرائیل شاحاک لکھتا ہے کہ موسیٰ بن میمون کا قول ہے کہ دواؤں کے تجربات غیر یہودی پر کرنے چاہئیں اگر غیر یہودی اس تجربہ میں مر بھی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ مشہور مذہبی پیشوا ''حاخام موتو'' کا قول بھی یہی ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ یہ جائز ہے پہلی شرط یہ ہے کہ یہ راز کسی دوسرے پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس موت سے یہودی طبیب کو نقصان نہ پہنچنے پائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے، ان شرطوں کے ساتھ کسی غیر یہودی پر تجربہ کرنے میں اس کی موت جائز ہے۔ اس بنا پر کہ غیر یہودی کی زندگی بقول تلمود کتے اور سور کی زندگی ہے سارے غیر یہودی نجس ہیں اور گندے ہیں، پس یہودی طبیب کا فرض ہے کہ جو لوگ کمزور ہیں اور عامۃ الناس ہیں ان کے ساتھ خوب سختی برتے اور نقصان پہونچائے۔

اگر کسی یہودی کی جان بچانی ہو تو سنیچر کو ہی اس کا علاج کر دے مثلاً اگر کسی عورت کے یہاں ولادت ہو اور سنیچر کا دن ہو تو اس عورت کی جان یہودی طبیب کو بچانی چاہئے لیکن اگر عورت غیر یہودی ہے تو ہرگز اس کی جان نہ بچائے اور سنیچر کی حرمت کو پامال نہ کرے۔ اگر سنیچر نہ ہو تو یہودی طبیب غیر یہودی کی جان بچا سکتا ہے بشرطیکہ اس سے خوب مال وصول کرلے اگر سنیچر کا دن ہو تو صاف کہہ دے کہ ہماری شریعت ہم کو تمہارا علاج کرنے سے منع کرتی ہے۔ اگر بادشاہ یا وزیر یا صاحب اقتدار انسان ہو تو سنیچر کو بھی علاج کی اجازت ہے کہ یہود کو ضرر لاحق نہ ہو۔ حاخام حاتام صاف کہتا ہے کہ مسلمان اور نصاریٰ بتوں کی طرح گندے ہیں ان کی جان کو بچانا ممنوع ہے فلسطینی عمالیق کی نسل سے ہیں ان کی نسل کو قطع کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی لازمی ہے ہر یہودی کا فرض ہے کہ اسرائیل سے ان کو نکال باہر کرے۔ غیر یہود کو دھوکہ دینا بجائے مدد کرنے کے اولیٰ ہے۔ کتاب شرائع موسیٰ میں وارد ہوا ہے کہ یہودی کا فرض ہے کہ غیر یہودی کو فنا کر دے اپنے دونوں ہاتھوں سے۔

موسیٰ بن میمون بقول اسرائیل شاحاک کے، لکھتا ہے کہ شمال میں ترک اور بدو اور جنوب میں ان کے مشابہ انسان گونگے حیوانات ہیں وہ شیر نہیں ہیں بلکہ بندر ہیں وہ انسان کی شکل میں بندر سے مشابہت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17236/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد
اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

□ برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول

گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا

□ برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول

سلطانیہ روڈ، سٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، (انڈیا)

□ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

□ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)

فون: 0091-755-2543466, 2642715

سُنارگانوں

جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے ۲۲ ربرس علم کی تحصیل کی

از ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی مرحوم

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مایہ ناز تصنیف ''تاریخ دعوت وعزیمت'' (۱۸۰/۳) میں سنارگاؤں کا تعارف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''سنارگاؤں مسلمانوں کے عہد میں مشرقی بنگال کا دارالحکومت تھا، اب یہ ایک غیر معروف مقام ہے جو کسمپرسی کے عالم میں ہے، اور پینام (Painam) کے نام سے ضلع ڈھاکہ میں شامل ہے اور برہم پتر اس سے دو کوس کے فاصلہ پر بہتا ہے، سنارگاؤں کے اطراف میں کثیر تعداد میں ویران مسجدوں کے نشانات پائے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ ایک بڑا اسلامی شہر تھا، یہ اس شاہی سڑک کا منتہی تھا جس کو شیر شاہ نے بنایا تھا''۔

یہی وہ سنارگاؤں ہے جہاں مولانا شرف الدین ابوتوامہؒ نے دہلی کو ترک کر کے اپنی مسند علم وعرفاں سجائی تھی جہاں مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیریؒ (ت ۷۸۶ھ) نے آپ کی خدمت میں اپنی تعلیم مکمل کی اور یہیں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا وہ تاریخ ساز واقعہ پیش آیا جس کے متعلق مولانا علی میاں تحریر فرماتے ہیں:

''بیان کیا جاتا ہے کہ سنارگاؤں کے زمانہ قیام میں وطن سے جو خطوط پہونچتے تھے ان کو آپ کسی خریطہ میں ڈالتے جاتے تھے، اور اس خیال سے پڑھتے نہیں تھے کہ طبیعت میں انتشار اور تشویش پیدا ہوگی اور حصول مقصد میں خلل واقع ہوگا'' (حوالہ سابق ص ۱۸۲)

استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی کی توجہ اور تحریک پر ''معارف'' کی قدیم فائل سے یہ مضمون اس شمارہ میں شامل اشاعت ہے مولانائے موصوف کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق مضمون نگار برصغیر ہندو پاک کے مشہور اہل قلم ومحقق ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی ہیں، جو اصلاً صوبہ بہار کے مردم خیز خطہ ''بہار شریف'' کے رہنے والے ہیں، اور معروف محقق وعالم جناب مولانا ابومحفوظ الکریم معصومی کے مربی وبڑے بھائی تھے، ڈھاکہ میں آپ کی تعلیم مکمل ہوئی، اور ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبہ عربی واسلامیات کے استاذ بھی رہے، پاکستان منتقل ہوگئے اور وہیں سکونت اختیار کی اسلام آباد یونیورسٹی میں غالباً شعبہ دینیات کے استاذ اور سربراہ بھی رہ چکے ہیں، چند سال پہلے اسلام آباد میں سپرد خاک ہوئے ''معارف'' میں حکمائے اسلام (ابن رشد، ابن باجہ اندلسی، اخوان الصفا) کے علاوہ ''انجوی (ت ۲۰۷ھ) کی ''معانی القرآن'' پر موصوف کے تحقیقی مقالے شائع ہوئے ہیں، آپ کو دمشق کی علمی مجلس ''مجمع اللغۃ العربیۃ'' کی رکنیت کا شرف بھی حاصل تھا، جہاں سے آپ کے تحقیق کردہ کئی اہم رسالہ شائع ہوئے ہیں، جن میں: شرح رسالہ حی بن یقظان لابن سینا (ت ۴۲۸ھ) کتاب النفس لابن باجہ الاندلسی (ت ۵۳۳ھ) اختلاف الفقہاء لأبی جعفر الطحاوی (ت ۳۲۱ھ) الرسالۃ الباھرۃ لابن حزم (ت ۴۵۶ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سنارگاؤں پر یہ تحقیقی ومعلومات افزا مضمون معارف کے پرانے فائل اور استاذ حدیث مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے، جس سے جہاں اس خطہ کی تاریخی ودینی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں اس سے مذکورہ علاقہ کے دعوت وعزیمت کی تاریخ سے وابستہ ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

سنارگاؤں جسے کبھی سنار گرام کہا جاتا تھا، اس وقت قصبہ نرائن گنج ضلع ڈھاکہ کا ایک گمنام گاؤں ہے مغلوں کے عہد سے پہلے یہی گاؤں بنگال کے مسلمان بادشاہوں کا مستقر اور حکمرانوں کا پایہ تخت تھا تیرہویں نیز چودہویں صدی عیسوی تک صرف یہی نہیں کہ اس کا شمار بنگال کے بڑے شہروں میں ہوتا تھا، بلکہ جاوا، سماترا کے بحری راستے پر یہ ایک بڑا پورٹ اور کلکتہ کے بجائے یورپ کا ایک بڑا بندرگاہ سمجھا جاتا تھا، یہاں بادبانی جہاز جزائر ہند، مصر وعراق سے آمد ورفت رکھتے تھے۔

فاتح بنگال بختیار خلجی (المتوفی ۱۲۰۳ء) کے جانشین سلطان غیاث الدین ایوز نے مشرقی بنگال کے ساتھ اس شہر کو ۱۲۱۳ء مطابق ۶۱۰ھ میں فتح کیا اور مغربی بنگال کی سلطنت کے ساتھ ملالیا (۱) مسلمانوں کے عہد میں سنارگاؤں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے، یہاں کے خاصے یا ململ مثلاً مسلمین اور شبنم اپنی باریکی ونفاست میں دنیا بھر میں لاجواب کپڑے شمار ہوتے تھے خطاطی، زرگری، مسکوکات اور دوسرے فنون لطیفہ کے ساتھ ساتھ بحری تجارتی تعلقات کے لئے بھی سنارگاؤں مشہور تھا۔

چودہویں صدی کا مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ جب ہندوستان آیا تو ۱۳۳۵ء سے ۱۳۳۹ء تک بنگال کی سیاحت کرتا رہا، ست گاواں (ہگلی) ہوتا ہوا آسام پہنچا اس وقت کے مشہور بزرگ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سے صحبت میں شرف اندوز ہوا، اور وہاں سے رخصت ہو کر کشتی میں سوار ہو کر سنارگاؤں آیا، جہاں پر سوار ہو کر جاوا کی طرف روانہ ہوا۔ (۲)

سرزمین بنگال کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے سیاحوں کے علاوہ علماء وفضلاء، نیز مشائخ واولیاء جوق در جوق سنارگاؤں کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، ان کے علاوہ یہ ایسے لوگوں کا ملجا وماوی بن گیا جن کو اس وقت کی حکومت، دارالحکومت دہلی سے دور رکھنا چاہتی تھی،

شہنشاہ دہلی غیاث الدین بلبن (۱۲۲۸ء-۱۲۸۱ء) کے عہد میں بخارا کے ایک جید عالم جن کا نام شرف الدین ابوتوامہ تھا، سنارگاؤں آکر مقیم ہوئے، یہ بڑے عالم، محدث اور فقیہ تھے، ظاہری اور باطنی علوم کے ساتھ ساتھ علم کیمیا، سیمیا، طلسم اور سحر جیسے علوم میں بھی کمال رکھتے تھے (۳)، ان کے سنارگاؤں آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یہ دہلی آئے تو ان کے علمی وقار و کرامات کے چرچے شہر میں ہونے لگے اور لوگ جوق در جوق ان کے حلقۂ سعادت میں داخل ہونے لگے، ان کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھکر دہلی کے شہنشاہ کو خطرہ محسوس ہوا، اور ان کی جلاوطنی کے احکام صادر کرنے پڑے۔

شیخ شرف الدین، ابوتوامہ نے فرمان شاہی کی تعظیم کی اور سنارگاؤں کا رخ کیا انکے ساتھ انکے پورے کنبہ کے علاوہ ان کے بھائی مولانا حافظ زین الدین بھی تھے، راستہ میں پٹنہ کے قریب ایک جگہ منیر میں جو اب سنارگاؤں کی طرح گمنام ہے، اور اس وقت بڑی شہرت رکھتا تھا، پڑاؤ ڈالا، یہاں بہار کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمدؒ کے والد ماجد حضرت شیخ یحیٰ نے شیخ ابوتوامہ کی بڑی خاطر مدارات کی اور ان کی علمی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے لڑکے شیخ شرف الدین کو شیخ کے ہمراہ سنارگاؤں جانے کی اجازت دیدی (۴)، جہاں حضرت مخدوم الملک نے اپنی تعلیم و تربیت کی خاطر بائیس سال گذارے۔

حضرت شیخ ابوتوامہ سنارگاؤں میں ۶۶۸ھ مطابق ۱۲۷۰ء میں پہنچے ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی، جہاں طلباء اور مریدین کی تربیت میں تقریباً ۷۰۰ء تک تادم حیات مشغول رہے۔

اگرچہ ہمیں اس وقت کی علمی سرگرمیوں کا حال بہت کم معلوم ہے مگر اتنا ظاہر ہے کہ مولانا ابوتوامہ کے بھائی جو حافظ قرآن اور عالم دین تھے، وہ بھی ہمراہ آئے تھے، اور ان کی علمی کاوشیں اور خدمات بھی کسی طرح قابل فراموش نہیں، بنا بریں ذیل میں چند تاریخی شخصیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے حالات زندگی سے سنارگاؤں کی علمی خدمات کا کچھ اندازہ ضرور ملتا ہے۔

☆☆☆

سنارگاؤں میں شیخ ابوتوامہ کے شاگرد اور داماد حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد منیریؒ بائیس برس تک علوم کی تحصیل کے لئے ٹھہرے رہے، حضرت مخدوم کے علمی تبحر کا اعتراف دہلی کے سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین کو بھی تھا، جب حضرت مخدوم محبوب الٰہی سلطان الاولیاء کی خدمت میں ارادت کی غرض سے پہنچے تو حضرت محبوب الٰہی نے مخدوم کی شان میں اپنے مصاحبین سے فرمایا "سیمرغ ست نصیب دام ما نیست"۔ (یہ ایک بڑے سیمرغ ہیں لیکن ہمارے جال میں پڑنے والے نہیں ہیں) حضرت سلطان الاولیاء کو اپنے روحانی تصرف سے معلوم ہو چکا تھا کہ مخدوم الملک، شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کے مرید و خلیفہ ہونے والے ہیں۔

مشہور فقہی مثنوی "نام حق" شیخ ابوتوامہ کی علمی حیثیت کی دوسری شہادت ہے، یہ مثنوی جیسا کہ اشعار سے ظاہر ہے ۶۹۳ھ میں جمادی الاولیٰ کے پندرہویں دن اختتام کو پہنچی، اس میں ایک سو اسّی (۱۸۰) اشعار اور دس باب ہیں (۵)۔ اس تاریخ کی رو سے اس میں شبہ نہیں کہ یہ نظم سنارگاؤں میں لکھی گئی۔

مخدوم الملک شیخ شرف الدین منیریؒ، شیخ ابوتوامہ کے بڑے مایۂ ناز شاگرد تھے، مخدوم صاحب شیخ صاحب سے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور دوسرے اسلامی علوم کی تحصیل تقریباً بائیس برس تک کرتے رہے، مخدوم الملک کے تعلیمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب تک انہوں نے اپنی تعلیم سے فراغت نہ کرلی، اپنے گھر سے بھیجے ہوئے خطوط کو کھولکر بھی نہ دیکھا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی خبر سے دل کو الجھن ہو اور نوشت و خواند میں خلل واقع ہو، مخدوم الملک جب اپنی تعلیم ختم کر چکے تو گھر سے آئے ہوئے خطوط کو پڑھنا شروع کیا، جن سے ظاہر ہوا کہ ان کے والد ماجد شیخ یحیٰ گیارہویں شعبان ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء کو انتقال کر چکے تھے، اس خبر سے سخت پریشان ہوئے اور استاذ سے اجازت لے کر اپنی بیوہ ماں کی تسلی و تشفی کے لئے سنارگاؤں سے چل پڑے۔

حضرت مخدوم الملک کو احادیث پر بڑا عبور حاصل تھا، ان کے خطوط و ملفوظات جن کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ان کے زیر مطالعہ صحاح ستہ میں سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع صغیر، مسند ابویعلیٰ، مشارق الانوار، شرح مصابیح اور احادیث کے دوسرے مجموعے رہ چکے تھے (۶)۔

حضرت مخدوم الملک کو سنت نبویؐ کے مطابق عمل کرنے کا بڑا اہتمام تھا، چنانچہ آپ نے جیسا کہ خود ان کی کتاب "خوان پر نعمت" سے ظاہر ہے (۷)، تربوز صرف اس لئے نہیں کھایا کہ ان کو یہ علم نہ ہو سکا کہ حضور ﷺ نے تربوز تناول فرمایا، حضرت مخدوم الملک کے خلفاء امام مظفر بلخی اور حسین نوشۂ توحید بہار کے بڑے محدث شمار ہوتے ہیں۔ (۸)

دوسرے مشہور صاحب علم بزرگ جو سنارگاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ وہ شیخ علاء الحق پنڈوی المتوفی ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۸ء ہیں، ان کا شمار بنگال کے بڑے بزرگوں میں ہے، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے شاگرد و مرید شیخ اخی سراج سے ارادت رکھتے تھے، اور عوام میں بڑی داد و دہش سے کام لیتے تھے، اس وقت کے خودمختار حاکم بنگالہ سکندر شاہ (زمانۂ حکومت ۷۵۸ھ مطابق ۱۳۵۷ء۔ ۱۳۸۹ء) کو ان کی بڑھتی ہوئی شہرت سے خوف دامنگیر ہوا، اور شیخ کو سنارگاؤں کی طرف جلاوطن کردیا، سنارگاؤں میں شیخ کی سرگرمیاں اور بڑھ گئیں، ان کا لنگر خانہ یہاں بھی کھلا رہا، اور دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام بدستور جاری رہا، عوام کی خوش عقیدگی دوچند ہوگئی، اس لئے کہ سنارگاؤں میں بظاہر شیخ علاء الحق کی آمدنی کے ذرائع مسدود تھے، مگر ان کے اخراجات میں کوئی کمی نہ ہوئی، بلکہ انکی دریادلی اور بڑھ گئی (۹)۔

سنارگاؤں میں ان ہی جیسے بزرگوں کے مساعی

سے لوگ گروہ در گروہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اور یہاں کے علمی و دینی خدمات کا یہ اثر ہوا کہ تربنی کے جنگجو بزرگ ظفر خان نے اسلامی علوم کی تعلیم و اشاعت کے لئے ۶۹۸ھ میں تربنی میں ایک مدرسہ قائم کیا، اور پندرہ سال کے بعد دوسرا مدرسہ دارالخیرات کے نام سے سات گانوں (ہگلی) کے باجگذار سردار شہاب الدین ظفر خاں خان جہاں کے ہاتھوں قائم ہوا، اس وقت سلطان شمس الدین فیروز (۷۰۱ھ۔ ۷۲۲ھ مطابق ۱۳۰۱ء۔ ۱۳۲۲ء) کی حکومت کا زمانہ تھا (۱۰)۔

ڈاکٹر جے، وایز (J. Wise) کے بیان کے مطابق چودہویں صدی مسیحی میں سنارگاؤں ذی علم اور مقتدر ہستیوں کے لئے بڑی شہرت رکھتا تھا۔ چنانچہ مشہور راجہ جیت مل نے اسلام قبول کیا اور جلال الدین نام اختیار کیا تو مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لیے شیخ علاء الحق پنڈوی کے پوتے شیخ نور قطب عالم کے بیٹے شیخ زاہد کو سنارگاؤں سے بلوایا، جو نہ صرف بادشاہ کو اسلامی رسوم و تعلیمات سے واقف کرنے کو مامور ہوئے تھے، بلکہ انتظامی امور میں بھی بادشاہ کے دست راست تھے (۱۱)۔

سنارگاؤں کے جنگل اور کھنڈر آج بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ یہاں صوفیوں اور درویشوں کی سیکڑوں گدیاں اور تکیے تھے، ملا ہنر برخاں اور ملا مبارک کی مسجدوں کے کتبے اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ان کے بانی کم از کم ملا مبارک "ملک الامراء الوزراء وقدوۃ الفقہاء والمحدثین" جیسے القاب سے یاد کئے جاتے تھے، ان مسجدوں کی تعمیر بالترتیب (۹۲۵ھ ۔ ۱۵۱۹ء ۹۲۹ھ ۱۵۲۳ء) میں ہوئی تھی (۱۲)۔

اس سلسلے میں سنارگاؤں کے خودمختار تاجدار غیاث الدین اعظم شاہ (زمانۂ حکومت ۱۳۶۷ء ۔ ۱۴۰۹ء) کا مشہور واقعہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت کے ادبی میلان اور شعر و شاعری کے ذوق پر روشنی پڑتی ہے (۱۳)۔

ایک بار بادشاہ سلامت قضا کار بیمار پڑے، درباری اطباء نے جواب دیدیا، ناامیدی کی حالت میں بادشاہ کی خواہش ہوئی کہ اس کی محبوب ترین لونڈیاں سرو، گل اور لالہ اس کو نہلائیں، اس غسل سے بادشاہ کو صحت ہوگئی، لونڈیاں بادشاہ کی اور زیادہ منظور نظر ہوگئیں، حرم کی بیگمات اور دوسری لونڈیوں کو حسد ہوا، اور ان تینوں لونڈیوں کا نام غسالہ پڑ گیا، بادشاہ کو جب انکی چھیڑ چھاڑ کی خبر ہوئی تو ناگہانی طور پر یہ موزوں مصرعہ زبان سے نکل پڑا ع

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود

(یعنی اے ساقی! سرو گل اور لالہ کی باتیں ہو رہی ہیں) مگر ہزاروں کوششوں پر بھی دوسرا مصرعہ نہ بن سکا، دربار کے شعراء بھی عاجز رہے، یہ زمانہ تھا خواجہ حافظ شمس الدین حافظ شیرازی کا جن کی شہرت بنگال تک پہنچ چکی تھی، بادشاہ نے اپنے ایک سفیر تحفوں کے ساتھ خواجہ حافظ کے پاس بھیجا، اور بنگال آنے کی دعوت دی، خواجہ نے بڑھاپے کا عذر کیا، اور مصرعۂ مذکور پر رات بھر میں ایک غزل کہہ کر سفیر کے حوالہ کیا۔ دوسرے مصرعہ میں خواجہ نے محض اپنی جولانی طبیعت سے سرو گل و لالہ کو "ثلاثۂ غسالہ" سے تعبیر کیا ہے۔ ع

ویں بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود

(اور یہ بحث تینوں غسل دینے والیوں میں جاری ہے) حافظ کی غزل کے اشعار خود بتاتے ہیں کہ یہ غزل بنگالہ بھیجی گئی تھی اور ایک رات میں کہی گئی تھی، مقطع میں سلطان غیاث الدین کا نام موجود ہے

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طی مکاں ببیں و زماں و سلوک شعر
کایں طفل یک شبہ رہ یکسالہ می رود
حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث دیں
خامش مشوکہ کار تو از نالہ می رود

"ترجمہ: ساری ہند کی طوطیاں خوش کلام ہوں گی، اس فارسی غزل سے جو بنگالہ جا رہی ہے، شعر کی رفتار مکان اور زمان کے طے کرنے میں دیکھو کہ یہ ایک رات کا بچہ ایک سال کی راہ میں جا رہا ہے۔

اے حافظ! سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق سے خاموش مت ہو، اس لئے کہ تیرا کام نالہ و زاری ہی سے نکلتا ہے۔"

اس واقعہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ بنگال کے تاجدار علم و ادب سے بے انتہا شغف رکھتے تھے، اور ان کی سرپرستی میں بڑی اولوالعزمی دکھاتے تھے۔

سنارگاؤں کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت سے جاتی رہی جبکہ ۱۶۱۱ء میں اس کے آخری خودمختار تاجدار موسیٰ خان کو مغل شہنشاہ جہانگیر کے حاکم بنگالہ اسلام خاں کے آگے شکست ہوئی، مغلوں کے تاخت و تاراج کے بعد قوم مگھ نے اس کی رہی سہی عظمت کو خاک میں ملا دیا۔

حواشی: (۱) طبقات ناصری ص ۱۶۳،

(۲) شیخ کے حالات کا صحیح پتہ ابتک دستیاب نہیں ہوا، سلہٹ کے یہ شیخ "شاہ جلال مجردؒ" کے نام سے مشہور ہیں کتبہ میں جس میں ان کے حالات ۱۸۵۹ء میں تحریر کئے گئے، اور جس میں ان کو اصلاً یمنی کہا گیا ہے ۱۷۱۱ء اور ۱۷۲۱ء کے دو مخطوطوں کے بیان پر مشتمل ہے، ابن بطوطہ کے ترجمہ سر ہملٹن گب نے ان کو تبریزی بتایا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اخبار الاخیار میں ان کو تبریزی بتاتے ہیں، غوثی نے اپنی گلزار ابرار میں (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، فارسی مخطوطہ نمبر ۲۵۹) جس کی تاریخ تصنیف ۱۶۱۳ء ہے، ان کو ترکستانی بتایا ہے (دیکھو جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال پاکستان، ڈھاکہ جلد ۲ ص (۲۵۹) جس کی تاریخ تصنیف ۱۶۱۳ء ہے، ان کو ترکستانی بتایا ہے۔ (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان، ڈھاکہ جلد ۲ ص ۶۵)۔

(۳) ابن بطوطہ تحفۃ النظار ج ۴ ص ۲۲۳،

پریس، جادوناتھ سرکار ہسٹری آف بنگال نشر ڈھاکہ یونیورسٹی ج ۲ ص ۱۰۱۔

(۴) مخدوم شاہ شعیب: مناقب الاصفیاء ضمیمہ مکتوبات صدی ص ۳۳۹، کلکتہ ریویو ج ۷۱ ص ۱۹۷ ص ۱۹۳

(۵) مثنوی کے بعض اشعار یہ ہیں:

من بقدر مجال کوشیدم
فقہ رابرو نظم پوشیدم
صدو ہفتاد بیت ودو باب است
لائق روزگار اصحاب است
ایں تر یادگار ازشرف است
نام او در جہاں بہر طرف است
از بخارا است مولد ونسبش
در خراساں علوم مکتسبش

تاریخ تصنیف ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے،

نو دوسہ برفت شش صد سال
از وفات رسول تا امسال
نیمہ از جمادی الاول
بود کایں نظم گشت مستکمل
رحمت حق نثار خوانندہ
باز گویندۂ و رسانندہ

(۶) رسالہ معارف اعظم گڈھ ج ۲۳ ص ۲۹۵۔

(۷) خوان پرنعمت، مجلس سوم ص ۸۔

(۸) ایچ بلوکمان (H.Blochman):

Geography and History of Bengal(H.Blochman)

دیکھو جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۷۳ء ص ۲۶۱، شیخ عبدالحق: اخبار الاخیار ص ۱۳۹۔

(۹) ہسٹری آف بنگال ج ۲ ص ۱۱۳ نیز اخبار الاخیار ص ۱۳۹۔

(۱۰) ہسٹری آف بنگال ج ۲ ص ۷۵ و ۷۷۔

(۱۱) دیکھو جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ج ۴۳ ص ۸۵)

I.Wise : Notes on Sunargaon. vide I.A.S.B.vol. X.L111.P87)

وابن بطوطہ تحفۃ النظار ص ۱۲۵۔

(۱۲) جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۷۳ء ص ۲۹۵ نیز معارف اعظم گڈھ ج ۲۳ مضمون حکیم حبیب الرحمن، بنگال میں علم حدیث۔

(۱۳) بعض محققین (جیسے مرحوم محفوظ الحق) کو اس واقعہ کی صداقت میں شبہ ہے جسکی بنا یہ ہے کہ خواجہ حافظ کا انتقال ۱۳۷۱ء میں ہوا اور اٹھارہ سال بعد ۱۳۸۹ء میں غیاث الدین اعظم شاہ بنگال کے تخت پر متمکن ہوا، پھر یہ کیونکر سمجھا جائے کہ غیاث الدین نے حافظ کو دعوت بھیجی لیکن حقیقت یہ ہے کہ غیاث الدین اعظم شاہ نے جو سکندر شاہ کا بیٹا اور الیاس شاہ کا پوتا تھا، اپنے باپ سے بغاوت کر کے ۱۳۶۷ء میں سنار گاؤں میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور مشرقی بنگال کو اپنے اقتدار میں رکھا اور ۱۳۸۹ء میں اپنے باپ کے مرنے پر سارے بنگال کا حکمراں بن بیٹھا، دیکھو ہسٹری آف بنگال ج ۲۔ بنا بریں سلطان غیاث الدین کا خواجہ حافظ کو دعوت دینا ناممکن نہیں سمجھا جا سکتا۔ (صغیر) ☆☆☆

میڈیا اور تصاویر کے مسائل اور ان کے حل پر منظر عام پر آ چکی کتاب۔
بالخصوص نئی نسل کیلئے ایک گرانقدر تحفہ

میڈیا کے مسائل اور ان کا حل

ترتیب وتحقیق: (مولوی) دانش بن نعیم لانبے۔

تقدیم وپیش لفظ (۱) مولوی خالد سیف اللہ رحمانی (جنرل سیکریٹری آل انڈیا فقہ اکیڈمی)
(۲) مولوی عبد البر اثری (سینئر سپروائزر کوکن ایجوکیشن ٹرسٹ)

کتاب کی خصوصیات:
☆ قرآن وسنت کی روشنی میں تصویر پر بے باک تجزیہ ☆ دیو بند، ندوہ، مبارکپور، مالیگاؤں، فقہ اکیڈمی، اور بنارس کے تازہ ترین فتاویٰ کے درمیان جمع وتطبیق ☆ اور مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر لکھی گئی نادر کتاب۔

اہم موضوعات: ☆ لغوی بحث ☆ مسئلہ تصویر احادیث کی روشنی میں ☆ سائنسی تحقیقات ☆ فتاویٰ للمصاویر ☆ تاثیری بحثیں ☆ مثبت ومنفی پہلو ☆ ایک سوال اہل تصویر کے نام ☆ نظام تصویر سازی کا مقابلہ ☆ میڈیا کا مقابلہ ☆ اسلامی میڈیا کیسا ہو ☆ ٹی وی چینل کی اہمیت ☆ اسکرین کی تصاویر کی کچھ تحقیق ☆ عالم اسلام اور امت محمدیہ کے ذرائع ابلاغ (ریڈیو اور ٹی وی چینلو) ☆ مدور میڈیا ☆ متحرک میڈیا ☆ اضطرار ضرورت وحاجت تحسین ☆ جمع وتطبیق ☆ رکاوٹیں اور حل۔

خاتمہ: محمد بن احمد علی واصل۔

اس کتاب پر مولوی احمد حسین سنابلی، مولوی محمد بن عمر فلاحی مظاہری، مولوی نذر الحفیظ ندوی، علی ایم شمسی، ڈاکٹر عارف اقبال اور جناب شفیع پرکار کی تصدیقات اور حضرت مولانا سید شوکت علی صاحب کے ملفوظات نے کتاب کی رونق کو دوبالا کر دیا ہے۔

ملنے کا پتہ
Danish . N.Lambe
Star Hotel, Bazar Peth Shri Wardhan
Distt - Raigad(M.S.)
Mobile- 9422482805,

ایک تاثر

”ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابناء ندوہ کی فقہی خدمات“ پر ایک نظر

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

۲ ستمبر ۲۰۰۲ء کو عباسیہ ہال میں ایک کتاب کی رسم اجراء کی تقریب تھی، مولوی منور سلطان ندوی سلمہ (ریسرچ اسکالر المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد) نے جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدیر المعہد کی نگرانی اور ہدایت میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے ”ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج، اور ابناء ندوہ کی فقہی خدمات“ اس تقریب میں علمائے ندوہ اور محدثین بھی موجود تھے۔ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ہاتھوں عروس فن (کتاب) کی رونمائی اور نوشہ فن (مصنف) کو سہرا باندھا جانے والا تھا، مگر جناب ناظم صاحب نشیب میں بیٹھے ہوئے خاکساران جہان کی صف سے ایک کمترین کو بالانشینوں کی صف میں لے آئے تاکہ کم از کم وہ اتنا تو کہہ سکے ع

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہم ہیں اک چیز
چاہیے پھولوں کو بھی ایک مکرر سہرا

ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج متعین کرنا اور اس کے دلائل فراہم کرنا واقعی ریسرچ کا موضوع تھا، جس میں مصنف نے حق تحقیق ادا کیا ہے، اور ان کی جستجو کامیاب اور طریق تلاش اعلیٰ ہے، جہاں تک موضوع کے دوسرے رخ کا تعلق ہے اس میں بھی مصنف نے جانفشانی کی ہے، ندویوں نے جو فقہی مسائل پر مشتمل چھوٹے بڑے رسالے لکھے ہیں ان کو مکمل فہرست کی شکل میں پیش کرنا آسان کام نہیں تھا، اگر صرف یہی کام ہوتا تو مشکل سے اس پر تحقیق یا ریسرچ کے لفظ کا اطلاق صحیح ہوتا۔ حضرت تھانویؒ کی ”بہشتی زیور“ امام اہل السنہ مولانا عبدالشکور صاحب فاروقیؒ کی ”علم الفقہ“ اور مفتی کفایت اللہ صاحب کی ”تعلیم الاسلام“ کے علاوہ بھی کتابیں ہیں، ایک دو نہیں بیسوں رسالے لکھے گئے ہیں، جن میں احناف کے عقیدہ کے مطابق حلال وحرام، جائز اور ناجائز، مستحب اور مباح کے ضمن میں نماز اور طہارت، زکوٰۃ اور حج کے مسائل بتائے گئے ہیں، ان کو بھی یکجا کرنا محنت طلب کام ہے اگرچہ یہ کام ریسرچ کا نہیں نقل کا ہے، مگر مولوی منور سلطان ندوی نے فقہی مزاج کا جز اس طرح متعین کیا ہے کہ اس پر ریسرچ یا تحقیق کا اطلاق صحیح ہے۔ راقم نے اپنی تقریر میں اسی پر زور دیا کہ مصنف نے تحقیق اور تلاش دونوں کام ایک جگہ جمع کر دیا، فقہی تحقیقات کے سلسلہ میں جو نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں جن کا تعلق بین الاقوامی تجارت، ضمانت، کرنسی، یا طبی آلات کے نئے استعمال سے متعلق ہے اس پر جو کام ہو رہا ہے وہ اجتہادی کام ہے، اور وہاں نقل کی گنجائش نہیں ہے، صحیح قیاس اور استحسان کے بغیر علمی سفر جاری نہیں رہ سکتا، ندوۃ العلماء کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس ملک میں سب سے پہلے یہاں سے یہ آواز اٹھی اور جب ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا ہے اس وقت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ نے اس کی طرف علماء کی توجہ مبذول کرائی تھی، وہ مضمون قدیم مجلہ ”الندوہ“ کی فائل میں موجود ہے، اسی طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس موضوع کو اہمیت دی اور ندوۃ العلماء میں ایک خاص شعبہ قائم کیا جس کی تفصیل مولانا منور سلطان سلمہ نے اپنی کتاب میں دی ہے جب مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ نے فقہ اکیڈمی قائم کر کے ایک باقاعدہ اور منظم تحریک شروع کی تو بجائے اس کے کہ اپنی اولیت پر فخر کرتے ہوئے اپنا ادارہ الگ رکھتا، اس ندوہ نے فقہ اکیڈمی کے ساتھ پورا تعاون کیا اور یہ کام یقیناً اجتہادی شان سے جاری ہے اور اس میں المعہد الاسلامی کا حصہ قابل ستائش ہے۔

راقم کے نزدیک مولانا منور سلطان سلمہ کی یہ کاوش ایک اہم علمی قدم ہے ☆☆☆

رکن مجلس شوریٰ جناب مولانا عبدالسمیع صاحب جعفری ندوی مدظلہ کی طبیعت علیل ہے قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ”تعمیر حیات“ سے گزارش ہے کہ ”تعمیر حیات“ کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44 Haji Building, S.V.Patel Road
Bazar, Mumbai-400003
Tel 3460220,3468708
۱۲ نمبر ۱ور X۱۲ ... استعمال ...

فقہ وفتاویٰ

فقہی سوال وجواب

مفتی محمد طارق ندوی صاحب

سوال = انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟

جواب = انجکشن لگوانے سے چونکہ دوا جوف دماغ ومعدہ میں نہیں جاتی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا نہ قضا لازم ہوگی نہ کفارہ۔

سوال = غروب آفتاب کے بعد روزہ کھولنے میں جلدی کرنا چاہئے یا تاخیر؟

جواب = جب اس بات کا یقین ہوجائے کہ سورج غروب ہوگیا تو افطار میں جلدی کرنا مسنون ہے، اور دیر کرنا مکروہ ہے۔

سوال = آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب = آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا آنکھ میں ڈالی ہوئی دوا یا سرمہ کا رنگ ومزہ بھی حلق اور تھوک میں جو محسوس ہوتا ہے وہ مسامات میں ہوکر پہونچتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال = کیا روزہ دار کسی چیز کا مزہ چکھ سکتا ہے یا اس کو چبا سکتا ہے؟

جواب = کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا مکروہ نہیں ہے، بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو، مثلاً عورت اپنے شوہر کے لئے کھانا پکاتی ہو، اور اس کی بد مزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نمک درست نہیں ہوگا تو وہ خفا ہوگا تو چکھنا درست ہے۔ اسی طرح سے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور کوئی چیز اس کو کھلانا ہو اور اس کا بدل نہ ہو تو اس صورت میں چبا کر بچہ کو دینے کی اجازت ہے، بشرطیکہ حلق کے نیچے نہ اترے۔

سوال = مسافر کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا افضل ہے؟

جواب = مسافر کے لئے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔ اگر روزہ رکھنے میں غیر معمولی تکلیف اور شدید ضعف کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور اگر یہ صورت حال نہ ہو تو روزہ رکھے۔

سوال = بھول کر کچھ کھاپی لینے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا نہیں دوسرے کو یاد دلانا چاہئے یا نہیں؟

جواب = کسی شخص کو روزہ یاد نہ رہا، اس بنا پر اس نے کچھ کھاپی لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ خواہ فرض روزہ ہو یا نفل اس صورت میں اگر اسمیں روزہ رکھنے کی بھرپور قوت ہو تو دیکھنے والوں کو یاد دلانا واجب ہے اگر اسمیں اتنی قوت نہ ہو تو یاد دلانا ضروری نہیں ہے۔

سوال = کیا غیر مسلم کے مال سے روزہ افطار کرسکتے ہیں؟

جواب = غیر مسلم کے مال سے جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو یا افطار کی چیز اس نے قیمت دے کر خریدی ہو تو دونوں صورتوں میں روزہ افطار کرسکتے ہیں۔

سوال = ماہ رمضان میں افطار کے لئے نماز مغرب میں تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب = افطار کے لئے جماعت مغرب میں ۵۔۷ منٹ تاخیر کی گنجائش ہے۔

سوال = ایک آدمی نے نماز تراویح پڑھی لیکن روزہ بلا عذر ترک کردیا تو اسکی نماز تراویح مقبول ہے یا نہیں؟

جواب = اسکی نماز تراویح مقبول ہوئی اور وہ ثواب کا حقدار ہوگا لیکن روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے سخت گناہ گار فاسق ہے۔

☆☆☆

ممبئی کی مشہور ومعروف مٹھائی ساز فرم

طہورا سوئیٹس

اسپیشل مٹھائیاں

❖ افلاطون ❖ نان خطائیاں
❖ ڈرائی فروٹ برفی
❖ قلاقند ❖ ملائی مینگو برفی
❖ بادامی حلوہ ❖ گلاب جامن
❖ دودھی حلوہ ❖ گاجر حلوہ
❖ کاجو کتلی
❖ ملائی زعفرانی پیڑہ

مستورات کے لئے خاص بیسن لڈو۔
ودیگر ہمہ اقسام کی مٹھائیاں دستیاب ہیں۔

طہورا سوئیٹس

بلاسس روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸
☎ ۲۳۰۹۱۳۱۸ ۔ ۲۳۰۸۲۷۷۳

بکھرے موتی

تازیانے

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب "المنبہات" کا اردو ترجمہ

﴿۱﴾ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے: کہ دو عادتیں ایسی ہیں جو سب سے زیادہ عمدہ ہیں۔ ایمان باللہ اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور دو عادتیں سب سے زیادہ بری اور ضرر رساں ہیں۔ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اور مسلمانوں کی بدخواہی اور ان کے ساتھ بداندیشی وبدمعاملگی سے پیش آنا۔

﴿۲﴾ نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تم علماء کی ہم نشینی کو اپنے لئے لازم کرلو اور داناؤں کی باتیں سنا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت (۱) کی روشنی سے دلِ مردہ کو یوں زندہ کردیتا ہے جیسے خشک زمین کو آب باراں سے سرسبز وشاداب کردیتا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: قبر میں توشہ اعمال (۲) کے بغیر جانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر میں بغیر جہاز کے داخل ہوجائے۔

﴿۴﴾ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: دنیا میں مال، عزت کا ذریعہ ہے اور آخرت میں عملِ صالح سے عزت حاصل ہوتی ہے۔

﴿۵﴾ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں: دنیا کے حزن وملال سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کے فکروانددہ سے اس میں روشنی کا ظہور ہوتا ہے۔

﴿۶﴾ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: جو علم کی دھن اور تلاش میں لگا رہتا ہے، بہشت بریں اس کی خواہاں ہوتی ہے اور جو معصیت کے پیچھے پڑا رہتا ہے دوزخ اس کا انتظار کرتی رہتی ہے۔

﴿۷﴾ یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: کریم سے کبھی نافرمانی کا صدور نہیں ہوتا اور نہ کوئی حکیم ودانا دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے کہ خزف ریزوں کے لئے گہر پارے لٹادے۔ (۳)

﴿۸﴾ اعمشؒ فرماتے ہیں: جس کی اصلی مالیت پرہیزگاری ہو اس کے دینی فوائد کی توصیف سے زبانیں عاجز ودرماندہ ہیں اور جس نے دنیا ہی کو اپنا اصلی مطمح نظر سمجھا اس کے دینی گھاٹے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

﴿۹﴾ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جو معصیت ہوائے نفس کی وجہ سے سرزد ہوجائے اس کے بخشے جانے کی توقع کی جاسکتی ہے اور جس معصیت کی بنیاد کبر وغرور ہو وہ بخشا نہیں جاسکتا کیونکہ ابلیس سے جو خدا کی نافرمانی ہوئی اس کا اصلی سبب بے جا گھمنڈ ہی تھا اور حضرت آدمؑ سے جو لغزش واقع ہوئی اس کی وجہ نفس کا ورغلانا تھا (۴)۔

﴿۱۰﴾ ایک زاہد کا قول ہے: کوئی اگر خوشی کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بحالتِ گریہ واصل جہنم کرے گا اور جو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری گریہ وزاری کے ساتھ انجام دیگا اسے اللہ پُل صراط پر بآسانی گزار دیگا اور شاد وخرم جنت میں جائے گا اور وہاں کی گوناگوں نعمتوں سے لذتِ کام ودہن اور حظ روحانی حاصل کرے گا۔

﴿۱۱﴾ ایک حکیم کا قول ہے: چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معمولی نہ سمجھا کرو کیونکہ یہی بڑے بڑے گناہوں کا واسطہ ہوتے ہیں اور صغائر کی ہمیشگی کبائر پر بھی آمادہ کرتی ہے (۵)۔

﴿۱۲﴾ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اگر کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کیا جائے اور اسے ترک کرنے کی سعی نہ کی جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح خواہ کیسا ہی کبیرہ گناہ ہو مگر جب صدق دل سے توبہ کرلی جائے تو وہ معاف کردیا جاتا ہے (۶)۔

﴿۱۳﴾ ایک دانا کا قول ہے: عارف کی توجہ حمد وثنا کی طرف مائل ہوتی ہے اور زاہد کا خیال زیادہ دعا کی جانب ہوتا ہے، کیونکہ عارف کا گوہر مقصود وجود باری تعالیٰ ہوتا ہے اور زاہد کو زیادہ فکر خود اپنے نفس کی ہوتی ہے کہ وہ عذاب سے بچ کر نعمتوں سے متمتع ہوجائے۔

﴿۱۴﴾ ایک حکیم کا قول ہے: جو اللہ کے سوا کسی اور کو زیادہ محبوب اور کارساز سمجھے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کی معرفت الٰہی میں نقص وخلل ہے اور جو یہ سمجھے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے تو اس کو خود اپنے نفس کی حقیقت تک بھی رسائی نہیں ہوئی۔

﴿۱۵﴾ حضرت ابوبکرؓ آیت ﴿ظہر الفساد فی البحر والبر﴾ (سورۂ روم۔ آیت ۴۱) کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "بر" سے زبان اور "بحر" سے دل مراد ہے کیوں کہ زبان کے بگاڑ پر لوگ ماتم کرتے ہیں اور دل کی خرابی پر فرشتے اظہار افسوس کرتے ہیں (۷)۔

﴿۱۶﴾ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ہوائے نفس بادشاہوں کو بھی غلام بنادیتی ہے اور صبر وضبط غلاموں کو منصب شاہی پر پہنچادیتا ہے۔ یوسفؑ وزلیخا کا واقعہ اس پر شاہد عدل ہے (۸)۔

﴿۱۷﴾ وہ شخص مبارک ہے جس کی عقل فرماں روا اور خواہش مغلوب ہو اور خرابی ہے اسکے لئے جو نفسانی خواہش کا متبع ہوجائے اور عقل کو محکوم نفس بنا کر آوارگی اور بے ہودگی اختیار کرلے (۹)۔

﴿۱۸﴾ ایک حکیم کا قول ہے: گناہوں کو چھوڑ دینے سے دل میں رقت پیدا ہوجاتی ہے۔ حرام وحلال کی تمیز سے غور وفکر میں صفائی آجاتی ہے۔ اللہ نے اپنے کسی نبی کی طرف وحی کی تھی کہ میرے احکام کی تعمیل کیا

کرو اور کبھی مری نافرمانی کا خیال تک نہ کرو، اس معاملے میں جس کی نصیحت میں نے تمہیں کردی ہے۔

﴿۱۹﴾ ایک دانا کا قول ہے: رضائے حق کی اتباع اور اس کے غضب سے خائف رہنے سے عقل درجہ کمال پر پہنچ جاتی ہے۔

﴿۲۰﴾ عالم وفاضل کے لئے کہیں اجنبیت وبیگانگی نہیں۔ کیوں کہ وہ جہاں بھی جائیگا لوگ اس کے فضل وکمال کی وجہ سے ہر جگہ اسے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اس سے مانوس ہو جائیں گے اور جاہل کا تو کوئی وطن ہی نہیں ہے کیوں کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ہر جگہ غیر متعارف رہتا ہے (۹)۔

﴿۲۱﴾ جو شخص یہ چاہے کہ اسے قرب الٰہی نصیب ہو تو اسے لازمی طور پر عبادت کے لئے انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے کیوں کہ گوشہ خلوت میں دل اللہ کی طرف مائل رہتا ہے۔

﴿۲۲﴾ جس طرح جسم کی حرکت زندگی کے وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح جذبۂ اطاعت واشتغال عبادت معرفتِ ربانی کی روشن دلیل ہے (۱۰)۔

﴿۲۳﴾ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور تمام فتنوں کی جڑ عشر وزکوٰۃ کا روک لینا ہے لہٰذا حبِ دنیا کے جذبہ کو کچل دینا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے (۱۱)۔

﴿۲۴﴾ ایک حکیم کا قول ہے: اپنی لغزش کا اعتراف کرنے والا ہر دل عزیز ہوتا ہے۔ کیونکہ اعترافِ جرم سعادت ونیک بختی کی علامت ہے۔

﴿۲۵﴾ احسان کی بے قدری ایسی شئے ہے جس پر ہر شخص ملامت وسرزنش کرتا ہے اور جاہل واحمق کی معصیت سے نحوست کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حواشی: (۱) حکمت سے مراد احکام شریعت کی حکمتیں اور خوبیاں جاننا ہے یعنی علم ظاہر اور باطن حاصل ہونا اور جس کو اس طرح کا علم حاصل ہوتا ہے اس کو حکیم کہتے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں جہاں حکیم کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے یہی مراد ہے۔

(۲) بے توشہ یا بغیر عملِ صالح۔ کیونکہ قبر کا توشہ عمل صالح ہی ہوتا ہے۔

(۳) یعنی کریم کی شان یہ ہے کہ گناہ نہ کرے اور حکیم کی شان یہ ہے کہ دنیا کو اختیار نہ کرے۔ اب جو اس کے خلاف پیرا ہو وہ گویا کریم یا حکیم ہی نہیں ہے۔

(۴) شیطان کا گناہ اسلئے نہ بخشا گیا کہ وہ غرور کی راہ سے کیا گیا تھا اور حضرت آدمؑ کا گناہ اس لئے بخشا گیا کہ وہ غرور کی راہ سے نہ تھا بلکہ محض خواہش نفسانی اس کے پس پردہ تھی۔

(۵) یعنی اگر گناہ صغیرہ پر مداومت کی جائے تو کبیرہ بن جاتا ہے۔ چھوٹے گناہ کرنے سے بڑے گناہ پر جرأت حاصل ہوتی ہے۔

(۶) جو کوئی بیباک ہوکر ہمیشہ گناہ صغیرہ کیا کرے وہ صغیرہ، کبیرہ ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کبیرہ کے سرزد ہونے پر توبہ واستغفار کرلے تو وہ کبیرہ نہ رہے گا بلکہ بخشا جائے گا۔

(۷) انسان کی بداعمالیوں کے سبب سے فساد برپا ہوا ہے۔ ''بر'' سے مراد زبان ہے کہ اس پر ہزاروں باتیں گزرتی ہیں اور ''بحر'' سے مراد دل ہے کہ وہ بھی دریا کی مانند موجیں مارتا ہے۔ ان دونوں کا فساد اس قدر ہمہ گیر ہے کہ کفر وشرک بھی انہی سے صادر ہوتا ہے۔

(۸) حضرت یوسفؑ زلیخا کے غلام تھے۔ انہوں نے صبر کیا۔ لہٰذا بادشاہی سے متصل ہوئے اور زلیخا بالآخران کے تابع ہوئی۔

(۹) عالم جہاں جاتا ہے اس کے علم کے سبب سے لوگ اس سے انس کرتے ہیں۔ پھر وہ جگہ گویا اس کا وطن ہو جاتی ہے۔ بخلاف جاہل کے اس کو وطن میں بھی کوئی نہیں پوچھتا گویا وہ مسافر ہے۔

(۱۰) جو اطاعت کے جذبہ پر قائم ہوتا ہے وہ عارف باللہ ہے جیسے بدن کی حرکت سے ہم اس چیز کو زندہ کہہ سکتے ہیں۔

(۱۱) اے دنیا میں ہوا ہے مشتغل
غرہ تجھکو رکھتا ہے طول امل
کھویا غفلت میں ہمیشہ عمر کو
اب ترے نزدیک آپہنچی اجل
موت آوے گی اچانک تیرے تئیں
قبر ہوگی تیرا صندوق عمل
قبر کے ہونٹوں پہ اب تو صبر کر
ہے نہیں مرنا مگر وقت اجل

(ترجمہ: مولانا ابوالبیان حماد عمری)

۱۰ر نومبر کا شمارہ مشترکہ شمارہ ہوگا

قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں کہ آئندہ شمارہ مشترکہ شمارہ ہوگا جو انشاء اللہ ۱۰ر نومبر کو شائع ہوگا اور جس میں امتحان سالانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نتائج بھی شامل اشاعت ہوں گے۔

اہلیان بھیونڈی ومالیگاؤں متوجہ ہوں

دفتر نظامت کی طرف سے ہمیں محصلین کی جو فہرست موصول ہوئی تھی اس کے مطابق حافظ عبدالواسع صاحب استاذ شعبہ حفظ کے ذمہ جو شہر ہیں ان میں صرف بمبئی کا نام شامل ہے۔ جبکہ مالیگاؤں وبھیونڈی سے وصولیابی بھی ان ہی کے ذمہ ہے لہٰذا اہلیان مالیگاؤں اور بھیونڈی سے درخواست ہے کہ وہ رمضان المبارک میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اس مؤقر نمائندہ اور استاذ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔ (ادارہ)

شعور وآگہی

ایک چشم کشا مضمون

دینی تعلیم یا نصاب اور امریکی مطالبے

عبدالغفار عزیز

۲۵ر اگست ۱۹۸۱ء کو صیہونی وزیر اعظم بیگن مصر کے دورے پر گئے، مصر اسرائیل تعلقات میں بہتری زیر بحث تھی۔ بیگن نے انور السادات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میں آپ کی اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ آپ ہمارے ساتھ واقعتاً دوستی چاہتے ہیں، جب کہ آپ کے طلبا کو اب اس قرآنی آیت کی تعلیم دی جاتی ہے کہ

﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرآئیل علیٰ داؤد وعیسی ابن مریم۔﴾
(المائدہ ۵:۷۸)

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی''۔

صدر سادات نے اپنے وزیر تعلیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ مصری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی ایسی تمام آیات کو نصاب سے خارج کردیا جائے جن میں یہودیوں کی دشمنی کا ذکر ہے۔

۶ر جولائی ۲۰۰۲ء کے اخبار الشرق الاوسط (عالم عرب کا سب سے بڑا اخبار) میں سابق مصری وزیر اعظم مصطفی خلیل کا ایک بیان شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے اعتراف کیا کہ کیمپ ڈیوڈ معاہدے سے پہلے امریکہ نے انور السادات سے مطالبہ کیا تھا کہ ''اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے سے پہلے تمہیں دوررس تبدیلیاں لانا ہوں گی''۔ مصطفی خلیل نے یہ وضاحت بھی کی کہ ''میری زیر نگرانی ایک اصلاحاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی نے معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کے لئے جامع سفارشات پیش کیں، جو مرحلہ وار نافذ ہوئیں''۔

اصلاحات کے نام پر صیہونی، امریکی خواہشات کی تعمیل وتکمیل کا سفر اب بھی جاری ہے۔ مصر ہی نہیں، مراکش سے ملیشیا تک اکثر وبیشتر مسلم ممالک اسی کولہو میں جتے ہوئے ہیں۔ ''اصلاحات'' کا دائرہ بھی بہت وسیع ہو چکا ہے۔ لیکن ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جس پہلو پر زیادہ توجہ اور زیادہ وسائل صرف کئے جارہے ہیں، وہ تعلیم ہے۔ پاکستان، سعودی عرب اور یمن پر اس حوالے سے خصوصی عنایات کی جارہی ہیں۔ یہ بات تکرار سے دہرائی جارہی ہے کہ ان ممالک کے نصاب تعلیم اور خاص طور پر دینی مدارس کے نصاب، دہشت گردی کی آبیاری کرتے ہیں۔ پاکستان کے دینی مدارس سے طالبان اور ان کے حامی جنم لیتے ہیں اور سعودی عرب ویمن کے مدارس سے القاعدہ اور اس کے لئے کوئی ''مونگ پھلی'' عطا ہو یا نہ ہو، تعلیم کو درست کرنے کے لئے ۱۰۰ ملین ڈالر حاضر ہیں۔

پاکستان میں تعلیمی اداروں اور تعلیمی نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں مطلوب ہیں ان کا ایک اندازہ دیگر مسلم ممالک، خاص طور پر مصر سے کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک پر جو عنایات اب شروع ہوئی ہیں، مصر پر ۱۹۷۹ء سے شروع ہیں۔ اس وقت سے اب تک مصر سے جو مطالبات کئے گئے اس تحریر کے شروع میں ''بیگن سادات مکالمہ'' ان کا ایک مظہر ہے۔ ان کا بس چلتا تو ان آیات واحکام کو قرآن کریم ہی سے خارج کروادیتے لیکن ﴿وانا له لحافظون﴾ کے سامنے ان کا بس نہیں چلتا۔

اس لئے اب وہی پٹا ہوا طریقہ اختیار کیا جارہا ہے

﴿وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون﴾۔
(حم السجدہ ۴۱:۲۶)

''یہ منکرین حق کہتے ہیں اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اسی طرح تم غالب آجاؤ''۔

اس ضمن میں جن متعدد آیات واحادیث کو نصاب تعلیم سے خارج کیا گیا ہے وہ جہاد، یہودیوں کی مسلم دشمنی، کفار سے دوستی کی ممانعت اور حجاب وحیا سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ وہ آیات وتعلیمات بھی خارج از نصاب کردی گئیں جن میں خوف آخرت یا برائیوں کے بدانجام کا ذکر ہے۔

تل ابیب یونیورسٹی میں انہی دنوں ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مصری وزیر اعظم مصطفی خلیل اور بطرس غالی بھی شریک ہوئے۔ سیمینار کا عنوان ''دراسة تأثیر القرآن فی عرقلة التطبیع مع اسرائیل'' ''اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے میں حائل قرآنی اثرات کا جائزہ تھا''۔ اس سیمنار میں صیہونی وزیر اعظم نے مصری حکومت سے مطالبہ کیا کہ ''قرآنی تعلیمات دینے والے مراکز بند کئے جائیں اور مساجد کو براہ راست حکومتی تحویل میں لیا جائے''۔

یہی پالیسی تھی جس کے تحت عالم اسلام کی سب سے نامور یونیورسٹی جامعۃ الازہر کو سرکاری تحویل میں لیا گیا۔ جامعہ کو اپنے وقف اثاثوں سے محروم کرتے ہوئے وزارت اوقاف کے اختیار وانتظام میں دے دیا گیا۔ شیخ متولی شعراوی جو چند برس پہلے اللہ کو پیارے ہوگئے اور جو اپنے دروس قرآن کی وجہ سے پوری مسلم دنیا میں بلند مقام رکھتے تھے اس وقت جامعہ ازہر کے سربراہ حسن مامون کے ناظم دفتر تھے۔ اپنے ایک دوست کمال حبیب کو بتاتے ہیں کہ ''شیخ الازہر حسن مامون کو اس قدر بے دست وپا کردیا گیا تھا کہ وہ اپنا بستر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں کرسکتے تھے''۔

ازہر میں تعلیم کا عرصہ کم کردیا گیا، مختلف فقہی مذاہب پڑھانے سے منع کردیا گیا۔ غیر مصری طلبا کا داخلہ تقریباً ناممکن بنادیا گیا۔ ازہر کی ابتدائی تعلیم میں داخلے کے لئے عمر کی حد بڑھادی گئی تاکہ اس انتظار میں رہنے کے بجائے طلبا دوسرے تعلیمی اداروں میں کھپ جائیں۔ قرآن کریم تعلیم کی اصل بنیاد تھا، اس کی تعلیم

محدود کردی گئی۔ اس پورے ''اصلاحی عمل'' کو وہاں ''علمنة الازهر'' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی ازہر کو سیکولر کرنا۔

مصر کے تعلیمی نصاب اور اس میں چھپی بنیاد پرستی پر کس کس طرح اظہار تشویش کیا گیا، صرف ایک مثال سے اندازہ کیا جاسکتا ہے ایک ماہر تعلیم آٹھویں کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اسی طرح آٹھویں کی عربی کی کتاب مطبوعہ ۹۲۔۱۹۹۱ء کا ایک مضمون ملاحظہ ہو، عنوان ہے: 'عرب خاتون'۔ اس مضمون میں رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر بڑی مبالغہ آمیزی اور ستائش و تمجید سے کیا گیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ہزاروں سال پر پھیلی ہماری تاریخ میں سے ہمیں کوئی اور مثال نہیں ملتی؟ کیا فرعونی اور قبطی تاریخ میں سے دیگر خواتین کی مثالیں نہیں دی جاسکتی تھیں کہ جن سے ایک توازن قائم ہوجاتا''۔

(شبل بدران: الموسسة التعليمية والتطرف، مجلة: التربية المعاصرة، [١١ـ مارچ ١٩٩٦ء، ص: ٣١٩ـ٣١٨])

یہی صاحب اپنے اسی تجزیے میں لکھتے ہیں: ''اسلام کے نام پر مختلف دینی اداروں اور تنظیموں کے زیر اہتمام مدارس کے قیام کی اجازت نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ ان تعلیمی اداروں میں طلباء اور اساتذہ کا چناؤ صرف اور صرف دینی بنیادوں پر ہوتا ہے''۔

ان تجزیوں، سفارشات اور تعلیمی پالیسیوں کے نتیجے میں عملاً جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہوچکی ہیں، ان کی چند مثالیں یہ ہیں:

......سورہ نور کی یہ آیت حذف کردی گئی: ''اے نبی مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''۔ اس طرح سورہ مجادلہ کی یہ آیت حذف کردی گئی: ''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے''۔

......پورے نصاب تعلیم میں سے ہر وہ بات نکالنے کی کوشش کی گئی جس میں طالب علم کے ذہن میں اپنے خالق، دین یا اہل دین کا مقام اجاگر ہو۔ یہ معروف حدیث بھی حذف کردی گئی: ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے''۔ یہ حدیث بھی خارج کردی گئی: ''مسواک کرو کہ اس سے منہ صاف ہوتا ہے اور رب راضی ہوتا ہے''۔

......ایک جملہ تھا: ''میں جب کسی کے پاس سے گزرتا ہوں تو انہیں السلام علیکم کہتا ہوں'' اسے تبدیل کرکے یوں لکھ دیا گیا: ''میں جب کسی کے پاس سے گزرتا ہوں تو انہیں آداب بجالاتا ہوں''۔

......سورج پر ایک مضمون میں جملہ تھا: ''سورج سے ہمیں نمازوں کے اوقات متعین کرنے میں بھی مدد ملتی ہے''۔ اسے حذف کردیا گیا۔

بچوں کی نظموں میں سے وہ تمام نظمیں نکال دی گئیں جن میں اسلامی تعلیمات تھیں، مثلاً:

بنی توضا وقم للصلاة

وصل لربك نكسب رضاه

بیٹے! اٹھو وضو کرو، نماز پڑھو اور اپنے رب کی رضا حاصل کرو۔

رباه انت خلقنی

و منحتنی سر الحياة

پروردگار تو نے مجھے پیدا کیا اور زندگی کے راز سے آشنا کیا۔

......رسول کریم ﷺ کی سیرت میں سے آپ ﷺ کی غزوات و جہاد کا ذکر حذف کردیا گیا ہے۔

......انٹر میڈیٹ کے نصاب سے حضرت عمرؓ کی سیرت پر کتاب بجٹ کم ہونے کے عذر سے نکال دی گئی۔

......عربی زبان سکھانے کے لئے آیات، احادیث اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی اشعار پر مشتمل کتاب خارج کرکے ایسی باتصویر اور رنگین کتب لائی گئی ہیں جن میں جنسی تعلیمات و تصاویر کی بھرمار ہے۔

حذف و اضافے کا یہ ذکر بہت طویل ہوسکتا ہے کیوں کہ کوئی تعلیمی درجہ یا کتاب ایسی نہیں چھوڑی گئی جس میں تبدیلی نہ لائی گئی ہو۔ خود مصر کی تاریخ میں اسرائیل کے ساتھ جنگوں کا ذکر مختصر اور بہت محتاط الفاظ میں کیا گیا ہے۔ نقشے میں سے فلسطین کا نام نکال کر اسرائیل درج کردیا گیا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے کے گیت گائے گئے ہیں اور جو ملک کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر معترض تھے ان کے متعلق لکھا گیا ہے کہ ''جو ممالک عالمی تبدیلیوں کو سمجھنے سے قاصر تھے انھوں نے اس معاہدے کو قبول نہیں کیا۔ ترقی یافتہ ممالک نے آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا''۔

مصر کا ذکر چھوڑتے ہوئے آیئے چند دیگر ممالک کی جھلک دیکھتے ہیں:

٢١ر نومبر ٢٠٠١ء کو جاری ہونے والی ایک امریکی رپورٹ میں فلسطینی اتھارٹی کی تعلیمی پالیسی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ رپورٹ میں اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ فلسطینی اسکولوں کے نصاب میں یہودیوں کے کسی مقدس مقام کا ذکر تک نہیں ہے۔ القدس کو یوں ظاہر کیا گیا کہ گویا اس پر صرف فلسطینیوں ہی کا حق ہے، شہداء اور جہاد کا تقدس ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ صلح کی اہمیت کا ذکر کافی نہیں ہے۔ فسلطینی اتھارٹی نے اپنی تعلیمی پالیسی میں یونیسکو کے طے کردہ تعلیمی اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا۔

فلسطینی اتھارٹی اپنے دینی و ملی فرائض کی کس حد تک پاس دار ہے اور امن کے سراب کے پیچھے دوڑتے دوڑتے، ملی مفادات سے دست برداری کے کس جہنم میں خود کو اور فلسطینی قوم کو جھلسا رہی ہے، یہاں اس کے ذکر کا موقع نہیں ہے لیکن آیئے دیکھیں یونیسکو کے جن تعلیمی اصولوں کی دہائی دی گئی ہے وہ کیا ہیں؟

یونیسکو کے زیر انتظام قائم کردہ ایک ادارہ ''اسلام اور مغرب'' اپنے دستور مجریہ ٣ر اکتوبر ١٩٧٩ء میں لکھتا ہے: ''درسی کتب کے مولفین کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ دین کو

کسی چیز کا معیار یا ہدف بنا کر پیش کریں۔ صرف انہی دینی امور کو تعلیمی نصاب میں شامل ہونا چاہئے جو دیگر ادیان میں بھی مشترک ہوں۔ درسی کتب میں مذکور دینی مظاہر کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اس جائزے میں دوسرے عقائد رکھنے والے بلکہ دینی افراد کو بھی شریک کرنا چاہئے''۔ (جمال عبدالهادی اور دیگر: تسطویرام تضليل في مناهج التربية الاسلامية، ص: ٣٦)۔

سعودی عرب کے تعلیمی نظام کو تو اس شدت سے نشانہ بنایا جارہا ہے کہ امریکی اخبارات اور دانش ور حلقوں کے علاوہ امریکی کانگریس تک میں اس کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ کہا گیا کہ 'دہشت گردی کے خلاف جنگ صرف افغانستان پر حملے سے نہیں جیتی جاسکتی، وہاں موجود عناصر تو صرف ایک مظہر ہیں۔ دہشت گردی کی اصل جڑیں سعودی عرب اور اس کے تعلیمی نظام میں ہیں''۔ پھر مزید وجوہات بیان کرتے ہوئے دریدہ دہن یہاں تک پہنچے کہ ''حرمین کا وجود دہشت گردی کا سبب ہے اور آسان حل یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) مکہ پر ایٹم بم گرادیا جائے''۔

الجزیرہ چینل کے ایک معروف ہفتہ وار پروگرام میں اسی مسئلے کا جائزہ لیا گیا۔ (١٦ر جنوری ٢٠٠٢ء)۔ پروگرام پروڈیوسر احمد منصور معروف امریکی صیہونی تجزیہ نگار تھامس فرائڈمین کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے: ''١٢ر دسمبر کے نیویارک ٹائمز میں تھامس فرائڈمین لکھتا ہے کہ دینی مدارس اور جامعات ہی دہشت گردی کا گڑھ ہیں۔ یہیں سے دہشت گردوں کے لیڈر پیدا ہوئے۔ دہشت گردی کے انہی سوتوں کو خشک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ یہی تعلیم یہود و نصاریٰ کے خلاف نفرت پھیلاتی ہے اب یہ بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے کہ سعودی عرب اور دیگر ملکوں میں نصاب تعلیم تبدیل کئے جارہے ہیں۔ اسرائیل دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ قرآنی آیات پڑھے جانے یا ریڈیو اور ٹی وی پر پیش کرنے پر پابندی لگادی جائے جن میں یہود کا ذکر ہے۔

یہ مہم ہمارے دین، ہماری ثقافت، ہماری تاریخ اور سب کچھ تبدیل کرنے کے لئے ہے''۔ (الجزیرہ نٹ)۔

الجزیرہ ہی کے ایک پروگرام میں ''سعودی عرب پر امریکی دباؤ'' کے حوالے سے بحث ہوئی (١٠ر جولائی ٢٠٠٢ء)۔ اس میں حصہ لینے والوں میں سعودیہ کے وہ تین معروف علمائے کرام بھی تھے جو عراق کویت جنگ کے بعد سعودیہ میں امریکی افواج کی آمد کے خلاف تھے۔ اس مخالفت کے باعث انہیں ١٥۔١٥ سال کی سزا سنائی گئی تھی، لیکن بعد میں رہا کردیا گیا۔ ان میں سے ایک عالم دین شیخ سفر الحوالی کی گفتگو کے چند جملے: ''جو امر اس امت کے کسی فرد کے لئے قابل قبول نہیں ہے، نہ کوئی اس سے تغافل ہی برت سکتا ہے وہ جزیرہ عرب سے امریکہ کی دشمنی ہے۔ جزیرہ عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بات ہے یہاں کے نظام تعلیم کو تبدیل کردینے کی بات ہے، یہاں دعوتی سرگرمیوں کو کچل دینے کی بات ہے...... لیکن امریکہ کو جان لینا چاہئے کہ سعودی عرب میں ایسا کرکے وہ آگ سے کھیل رہا ہے''۔ (پورا متن الجزیرہ نٹ پر)

١٦ر جولائی ٢٠٠٢ء کو یمن سے یہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ تعلیمی وحدت کے نام پر یمنی حکومت نے تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومیانے کا عمل شروع کردیا ہے۔ اس کوشش میں کئی مقامات پر پولیس اور مقامی آبادیوں کے درمیان جھڑپیں بھی ہوئیں ہیں کئی مدارس کے اندر شہریوں نے دھرنا دے دیا کہ پولیس کو ان پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔

اسی مہینے مراکش سے یہ خبریں آئی ہیں کہ مراکشی پولیس نے ١٦ علماء اور دانش وروں کو گرفتار کرلیا۔ ان پر الزام تھا کہ وہ امریکہ کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے تھے۔

پاکستان ہی نہیں پوری مسلم دنیا کا ایک مسئلہ ہے اور وہ ہے نصاب تعلیم کی تبدیلی۔ نظام و نصاب میں بہتری کے مطلوب نہیں ہے۔ خود دینی مدارس سے یہ آواز گاہے بگاہے اٹھتی ہے کہ تعلیمی اصلاحات متعارف کروائی جائیں اور تمام تعلیمی اداروں کو تیز رفتار دنیا کا ساتھ دینے کے قابل بنانے کی فکر کی جائے۔ لیکن اگر چہ تمام جدوجہد کا مقصد امریکہ کی خوشنودی اور امریکہ و اسرائیل سے قربت اور آئندہ نسلوں کو دین سے بیزار بنانا ہو، تو ایسا کرنے سے پہلے ١٠ دفعہ سوچنا ہوگا۔

یہ معلومات بھی دلچسپی کا باعث ہوں گی کہ مسلمان نسلوں سے قرآن و سنت چھیننے کی کوشش کرنے والے اپنے بچوں کو مذہب کے حوالے سے کیا تعلیم دے رہے ہیں۔ اسرائیل میں پرائمری سطح پر تعلیم حاصل کرنے والوں کی ٣١ فیصد تعداد دینی مدارس میں زیر تعلیم ہے جن میں سے ٦ء٢١ فیصد سرکاری سرپرستی میں چلنے والے مدارس اور ٩ء٩ فیصد آرتھوڈکس یہودی دینی جماعتوں کے مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ اسرائیلی وزارت تعلیم کے اعداد و شمار کے مطابق گذشتہ عشرے کے دوران یہودی دینی مدارس میں داخلہ لینے والے طلباء کی تعداد میں ٣٠ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اسرائیلی اخبار یدیعوت احرونوت کے مطابق ١٩٩٠ء میں یہودی دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کی تعداد ٢٨ ہزار تھی جو ٢٠٠٠ء میں ایک لاکھ ١١ ہزار ہوگئی ہے۔ اسی عرصے میں صرف توراتی قوانین پڑھنے والوں کی تعداد ١٧ ہزار سے بڑھ کر ٣٢ ہزار ہوگئی ہے۔ پرائمری اسکول ہی سے دینی تعلیم اور عبرانی زبان سکھانے کا عالم یہ ہے کہ چوتھی کلاس تک کے بچوں کو عام اسکولوں میں ٣٥ فیصد وقت اور دینی مدارس میں ٥١ فیصد وقت یہی دو مضامین پڑھانے پر صرف کیا جاتا ہے۔

پہلے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریون نے ١٩٥٦ء میں چوبیسویں صیہونی کانفرس میں کہا تھا: ''صیہونی تحریک کا کوئی مستقبل نہیں ہوگا اگر ہر یہودی عبرانی تربیت و ثقافت پھیلانا اپنا فرض عین نہ سمجھے''۔

کیا بن گوریون کے ان الفاظ میں عالم اسلام کے لئے بھی کوئی پیغام ہے......؟ کوئی تازیانہ ہے...؟

(ماخذ: البيان، الشرق الاوسط، المجتمع: کویت، الامان: لبنان، الجزیرہ نٹ اور اسلام آن لائن) (بشکریہ تہذیب الاخلاق)

امام بخاریؒ کی "الأدب المفرد" کی اردو میں شرح وترجمانی

"ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں نظامِ معاشرت (جلد اول)"

از

حضرت مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ)

صفحات ۴۲۴ قیمت ۱۶۰/روپے

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ ۷

ملنے کا پتہ:

مکتبہ ابوالحسن علی

۳۱۸۲/نظام الملک اسٹریٹ

اردو بازار، جامع مسجد

دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ضرورت معلمات

جامعۃ المحصنات صدیقہؓ خدانگر، موتی ہاری، بہار (الہند)

جامعۃ المحصنات، شمالی بہار میں لڑکیوں کی دینی ودنیوی تعلیم وخالص اسلامی تربیت کا ایک اقامتی مثالی ادارہ ہے جہاں روضۃ الاطفال تا عالمیت تک تعلیم کا نظم ہے نیز بہار بورڈ (اردو) سے وسطانیہ وفوقانیہ اور بہار بورڈ سے ہائی اسکول کے امتحان بھی دلوائے جاتے ہیں۔ بچیوں کی ذہن سازی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

جامعہ کو کسی معروف اور مستند ادارہ سے فارغ ذی استعداد اور نیک وصالح فاضلہ اور ہائی اسکول تک حساب وانگریزی پڑھانے والی استانیوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ قیام وطعام کی سہولیات کے ساتھ اٹھارہ سو (۱۸۰۰) روپے فاضلہ کو، اور حساب کی گریجویٹ کو دو ہزار روپے (۲۰۰۰) سے شروعات اور حسن کارکردگی کے مطابق ہر سال معقول اضافہ۔

درخواست کے ساتھ اپنی اسناد کی نقول (زیراکس) روانہ کریں بذریعہ خط انٹرویو کی تاریخ سے مطلع کیا جائے گا اگر فون ہو تو نمبر ضرور لکھیں۔

شاہینہ فلاحی (ناظمہ)

عمرانہ اعظمی (نائب ناظمہ)

رئیسہ صدیقی (پرنسپل)

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrecto Meter AR-860

فوٹو کرامک ☆ کونٹیکٹ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے رحمان (علیگ)

۲۱۲، معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

نسل نو کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کیجئے

ایک مشکل مسئلہ کا آسان حل

شرک زدہ ماحول میں جہاں قدم قدم پر غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہو، ذہنوں سے توحید کا مفہوم ختم ہو گیا ہو، خدا فراموشی اور آخرت فراموشی عام ہو۔ ایسی فضا اور ماحول میں بے حد ضروری ہے کہ آپ اپنے معصوم بچوں کے ذہنوں کو کفر وشرک کے مہلک جراثیم سے بچائیں۔ اس کے لئے آپ اپنے بچوں کو حکیم شرافت حسین صاحب رحیم آبادی کی تصنیف کردہ کتابیں پڑھوائیے۔ یہ ایسا کامیاب اور آزمودہ نصاب تعلیم ہے جس کی شہادت وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام نے دی ہے۔ کتابوں کی مفصل فہرست کتب اور معلومات مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ سے حاصل کیجئے۔ فون 0522-2740256 موبائل 9415005204۔ مکمل اٹھارہ کتابوں کے سٹ کی رعایتی قیمت صرف ایک سو دس روپے، ڈاک خرچ مزید/35 روپے تاجروں کے لئے خصوصی رعایت (بعد کمیشن) ایک ہزار روپے کی نقد خریداری پر چالیس فیصد پیشگی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ Maktaba Deen Wa Danish کے نام روانہ کیجئے۔

مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ۔ 226020

حج

عازمین حج وعمرہ کے لئے اعلیٰ خدمات اور بہترین سہولیات سے آراستہ منظم وبا اعتماد ادارہ

عمرہ

حج بیت اللہ شریف ۲۰۰۵ء کے مختلف ٹورز پروگرام

کلاس	مدت	شرح ٹکٹ
حج کلاس	40 دن	78,000
بجٹ کلاس	40 دن	85,000
ٹورسٹ	38 دن	95,000

کلاس	مدت	شرح ٹکٹ
ڈیلکس کلاس	36 دن	1,10,000
سپر ڈیلکس	36 دن	1,30,000
حج وزیارت کلاس	45 دن	1,50,000

روانگی انشاء اللہ دہلی، لکھنؤ سے بذریعہ فلائٹ ہوگی۔

رمضان المبارک عمرہ ٹورز کا شاندار پروگرام

بجٹ کلاس	45,000
اکنامی کلاس	60,000
ڈیلکس کلاس	74,500
سپر ڈیلکس	86,500

رمضان المبارک کا پورا مہینہ

منفرد خصوصیات

☆ عازمین کرام کی خدمت کا منصوبہ بند، منظم اور کامیاب ۸ سالہ تجربہ۔

☆ پورے سفر کے دوران لذیذ وعمدہ کھانے کا تحریری "مینو" روانگی سے قبل۔

☆ دوران سفر مستند علماء کرام اور خدمت گذار عملہ کی رہنمائی۔

☆ ہر چالیس عازمین کرام کے ساتھ ایک گروپ لیڈر۔

☆ مکہ اور مدینہ میں رہائش کا مکمل پتہ مع فون نمبر، کمرہ نمبر روانگی سے ایک ماہ قبل۔

☆ مدینہ میں مقامات مقدسہ کی زیارت بہترین ایئر کنڈیشن بسوں کے ذریعہ۔

☆ روانگی اور واپسی کی تاریخوں کا اعلان روانگی سے ایک ماہ قبل۔

☆ دوران سفر عازمین کے اہل خانہ کو بذریعہ فون چار مرتبہ خیر وعافیت کی اطلاع۔

☆ رہائش ۳/ سے ۴/سو میٹر کی دوری پر ☆ بجٹ کلاس اور حج کلاس انڈر شفٹنگ پلان

ٹراولنگ لائن کا ۸ سالہ تجربہ۔ بہترین انتظامی صلاحیت اور عربی زبان سے اچھی طرح واقف امیر کارواں کی رہنمائی

تفصیلی معلومات اور بکنگ کے لئے فوراً رابطہ قائم کریں۔

ٹریول اَپ

ای-۱/۱ موتی جھیل کالونی عیش باغ لکھنؤ-۲۲۶۰۰۴

فون: 2266910 موبائل: 94150 86659

Travelup

Mobile : 94150 86659

E-1/1, Moti Jheel Colony

Aishbagh, Lucknow-4. Ph. 2266910

In Collaboration with

ASIAN TOURS & TRAVELS, MUMBAI

آخری صفحہ

مدارس خیراتی ادارے نہیں
خیر کے سرچشمے ہیں

امین الدین شجاع الدین

آج ایک بات کہنی ہے ــــــ بات سچ ہے اور سچ تلخ ہوتا ہے ــــــ لیکن اطمینان اس کا ہے کہ یہ اس خاکسار کا ''فرمودہ'' نہیں کہ ''للہ مدارس کے خیراتی ادارے ہونے کا تصور و تخیل قائم نہ ہونے دیجئے'' ــــــ یہ خدا لگتی بات امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب کی ہے جن کی عمر ''اسی دشت کی سیاحی'' میں گذری ہے ــــــ میں سوچتا ہوں کہ ام المدارس ازہر الہند دار العلوم دیوبند، عالم اسلام کی مایہ ناز درس گاہ دار العلوم ندوۃ العلماء، مظاہر العلوم سہارنپور اور اس دور کی اور اُن جیسی دیگر یہ درسگاہیں کس کسمپرسی، اور عالم بے سروسامانی میں قائم ہوئی تھیں اور کیسے مخلص و خدا ترس اور اولوالعزم ربانی علمائے کرام نے ان مدارس کی بنیادیں رکھی تھیں ــــــ اللہ اللہ! کیسا پاکیزہ جذبہ، کس قدر سچی تڑپ، اور کیسی سچی لگن رہی ہوگی! کیا کسی باپ میں اپنے جگر گوشہ سے اس قدر اپنائیت و تعلق کا جذبۂ صادق ہوگا جو ان بانیوں کو نہ صرف اپنے قائم کردہ مدارس سے بلکہ سارے ہی مدارس سے رہا ہوگا! اُن دنوں اُن کے پیش نظر مسلمانوں کے وجود و بقاء کا مسئلہ تھا، ان کے Survival کا مسئلہ تھا، مسلمانوں کے اکھڑتے قدموں کو جمانا مقصود تھا، اسلام سے ان کی وابستگی کو قائم رکھنا مقصود تھا ــــــ وہ زمانہ ایثار و بے نفسی کا تھا۔ ہم تک صحابۂ کرام کی بے نظیر قربانیوں کی بدولت اسلام کی نعمت پہونچی، اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے ان بے لوث و مخلص بانیوں کی ایثار و بے نفسی کے طفیل اس ''نعمت'' کا تسلسل اب تک قائم ہے۔ اُس دور کے ان علمائے ربانیین کی مدارس کے تئیں دردمندی و فکرمندی اور دلسوزی و قربانی کے واقعات پڑھئے اور اس راہ میں رکاوٹوں اور دشواریوں کا حال جانئے تو اگر ہمارے سینوں میں پتھر نہیں، دل ہے تو وہ یقیناً بھر آئیں گے ــــــ لیکن ع

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

کیا یہ صحیح نہیں کہ ان دنوں چند لوگوں کی بدولت کچھ مدارس ''مشن'' نہیں بلکہ ''تجارت'' کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اور تجارت ہی کی وہ ذہنیت ہے جو ''سو بھیس بنا لیتی ہے'' ــــــ مثلاً فرضی مدارس! مکتب کو مدرسہ قرار دینا! مدرسہ کو جامعہ کا نام دے دینا! اور مسکین صورت بن کر مدرسہ کے طلبہ کی غریبی و ناداری، یتیمی و مفلسی کی ایسی دردناک تصویر پیش کرنا کہ سننے والا نے تو اس کی آنکھیں بھر آئیں اور اس کا دل موم ہو جائے ــــــ لیکن افسوس کہ عموماً اس فرضی پتا سنانے والے کی نگاہ سننے والے کی جیب پر ہو!! خدا مجھے معاف کرے، میں خود مدرسے کا نمک خوار اور اس کا ایک معمولی خدمت گزار ہوں۔ مدارس کی بے سروسامانی اور کسمپرسی، ان کے مسائل اور ان کی دشواریوں سے ہرگز ہرگز انکار نہیں اور مدارس میں بڑی تعداد میں الحمد للہ مخلصوں کی آج بھی کمی نہیں لیکن اعتراض ہے تو ان لوگوں پر جو اس صورت حال کا ''استحصال'' اپنے ''ذاتی مفاد'' کے لئے کرتے ہیں ــــــ ایسے لوگوں سے میرا ایک سوال ہے کہ تم اپنے مقاصد کی برآوری کے لئے میزبانانِ رسول کی اور مدارس کی کس قدر بھونڈی تصویر پیش کرتے ہو اور سچ بتاؤ اگر برا نہ مانو کہ مدارس کے نام پر اس ''تجارت'' نے تمہارے اپنے معیار زندگی کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ہے؟!! اس کے علاوہ یہ بھی بتاؤ کہ تم ان مدارس کا کیا تصور پیش کر رہے ہو جس کی اہمیت و افادیت کا ادراک و شعور تمہارے ان دشمنوں کو بھی ہے جن کو تمہارے وجود ہی سے دشمنی ہے ــــــ اور اس دور انحطاط میں بھی جن مدارس کی تعلیم و تربیت کے قائل وہ حضرات بھی ہیں جو عصری دانش گاہوں میں اپنی عمریں کھپا چکے ہیں ــــــ اپنے اسلاف سے سبق حاصل کرو، دور نہ جاؤ قریب کے دور میں ایک ''فقیر بوالحسن'' کو دیکھو مولانا ابوالحسن علی ندوی کو دیکھو کہ مال و زر کے معاملہ میں انہوں نے کیسا کردار پیش کیا اور ع ''جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن'' کی کیسی نادر مثال پیش کی۔ چند ایک کی یہ روش ان ہزاروں مخلصین پر سوالیہ نشان لگا دیتی ہے جو آج بھی اسلاف کی سی دل سوزی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

حج بیت اللہ ٹور۔ ۱۴۲۵ھ
آبدار ٹریول کمبائن ایک زریں موقع

☆ قافلہ کی روانگی انشاء اللہ ذوالقعدہ کے تیسرے ہفتہ میں۔
☆ حرمین شریفین کے نزدیک (۵۰۰ میٹر کے اندر) رہائش۔
☆ لکھنوی باورچی (قافلہ کے ساتھ) لذیذ کھانوں کا اہتمام مع چائے و ناشتہ۔
☆ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، و زیارتوں کی مکمل رہنمائی۔
☆ پاسپورٹ کی رہنمائی و تجربہ کار و فاضل عالم دین کی رہنمائی میں ترتیب وارکان حج کی ادائیگی۔
☆ اپنی سیٹ محفوظ کرانے کیلئے ملاقات کریں۔

پاسپورٹ، ویزا اور ایئر ٹکٹ کے لئے رابطہ قائم کریں
Mob.9415086659
Hazrat Ganj, Lucknow.

AABDAAR TRAVEL COMBINE R
266/833- Awadh Bazar, Bazar Khala Crossing, Lucknow.
Phones: 2252528, 2264001, 9415543090

حج بیت اللہ ٹور-1425ھ 2005ء
مرزا ٹور اینڈ ٹریول (رجسٹرڈ)، لکھنئو
آپ کا جانا پہچانا و قابل اعتماد نام

کل خرچ فی کس بالغ لکھنؤ. جدہ. لکھنؤ INR 85000/-
کل خرچ فی کس بالغ دہلی. جدہ. دہلی INR 82000/-

الحمد للہ! مسلسل تیرہ سال کی پرخلوص مشقت اور خدمات کے ساتھ ۲۰۰۵ء کے لئے حجاج کرام کی خدمت میں اپنا پروگرام لے کر حاضر ہیں،

ہماری خصوصیات
✦ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں حرمین شریفین سے 400 سے 500 میٹر کی دوری پر صاف ستھری ایئر کنڈیشن بلڈنگ میں قیام۔
✦ عازمین حج کا سفر لکھنؤ، دہلی، جدہ کی ڈائرکٹ فلائٹ کے ذریعہ۔
✦ گھر جیسا لذیذ کھانا اور میڈیکل کی مکمل سہولیات۔
✦ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی زیارتوں کے لئے خصوصی بسوں کا انتظام و بہتر معلم کا انتخاب۔
✦ منیٰ میں جمرات (شیطان) کی رمی سے 600 سے 700 میٹر کے فاصلے پر ایئر کنڈیشن خیموں میں قیام۔
✦ تجربہ کار عالم دین و خادم الحجاج کی رہنمائی میں اپنا فریضہ حج خصوصی تعلیم تربیت کے ساتھ ادا کریں۔
آج ہی اپنی بکنگ کے لئے رابطہ قائم کریں۔

MIRZA TOUR & TRAVEL®
وزارت خارجیہ ہند و وزارت حج سعودی عربیہ سے منظور شدہ
ممبر آف آل انڈیا حج عمرہ ٹور آرگنائزرز ایسوسی ایشن ممبئی۔
Address:- U-G-29 Avadh Point, Nakkhas Crossing, Lucknow-226003 (U.P.)
Ph. :- 2240580, 2240381.(R) 2251666Mobile No. 9415426138